

کاشف زبیر

بھوت بنگلہ

بعض لوگوں میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ وہ کچھ کئے بغیر سب کچھ حاصل کرلینا چاہتے ہیں اور ایسے لوگ ہمیشہ شارٹ کٹ کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ ان دونوں نے بھی ایسے ہی ایک راستے کا انتخاب کیا۔ لیکن وہ راستہ اتنا کٹھن ہوگا وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔

''ایسے دو سربازوں کا ماجرا جن کے ہاتھ بھاگتے بھوت کا لنگوٹ ہی آ سکا

میں نے غور سے جمی کو دیکھا۔ وہ اتنا فکرمند نظر آرہا تھا۔ جتنا کوئی دس بچوں کا باپ ہو سکتا ہے۔ جس کے گیارھواں لختِ جگر دنیا میں آنے کی اطلاع ابھی ابھی بیوی نے دی ہو۔ وہ اس بازاری سیٹھ سے زیادہ پریشان تھا۔ جسے کسی کے سودے میں چند پیسے کا نقصان ہو گیا ہو حتیٰ کہ اس عورت سے زیادہ پریشان تھا۔ جس کے شوہر نے اسے بائی پاس کرتے ہوئے دوسری کرنے کا عزم مصمم کرلیا ہو۔ جمی کے چہرے پر بارہ بج رہے تھے اور تاثرات سے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دھاڑیں مار مار کر رونے پر غور کر رہا ہو بالآخر میں نے اس سے پوچھ لیا۔

''جمی میرے سونے جیسے بچے تجھ پر ایسی کیا افتاد آ پڑی ہے۔ ایسی صورت مت بنایا کر ورنہ تیرے یار کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔'' جمی نے دل درد نا معقولات پر ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا جیسے وزیر بن جانے والا قومی اسمبلی کا امیدوار ووٹروں کو دیکھتا ہے جب اسے کیا جانے والا وعدہ یاد دلایا جائے۔ ''جلیل مجھے تنگ نہ کر میں بہت پریشان ہوں۔''

''کیا میں خودکشی پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

''خودکشی کون...... کر رہا ہے......؟'' اس نے کھا جانے والے انداز میں مجھے دیکھا۔

''پھر ایسی صورت بنانے کی کیا ضرورت ہے۔'' میں نے کہا ''اگر کوئی مسئلہ ہے تو تیرا یہ دوست کس دن کام آئے گا۔''

''مجھے معاف رکھ۔'' وہ رکھائی سے بولا ''تجھ سے کام لینا ہمیشہ مہنگا پڑتا ہے۔''

''اور اس سے تجھے جو فائدہ ہوتا ہے تیرا نقصان ہونے سے بچ جاتا ہے۔ وہ کیوں بھول رہا ہے۔''

''اچھا میرے باپ۔ مجھے تجھ سے ہمیشہ فائدہ ہی ہوتا ہے۔ مگر یہ معاملہ تیرے بس کا نہیں ہے۔'' اس نے زمین پر پڑا ایک تنکا اٹھا کر بے خیالی میں چبانا شروع کردیا جس کے سرے پر کسی بدبختی کے شکار پرندے کی بائی پروڈکٹ لگی تھی لیکن میں نے یہ بات اسے بتانا مناسب نہیں سمجھی۔ چبا تو وہ چکا ہی تھا۔

''پھر کس کے بس کا ہے کیا تو سی آئی اے کی خدمات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ شرلاک ہومز مر چکا ہے اور جیمز بانڈ کے جوہر صرف فلموں میں کھلتے ہیں۔''

''میں کسی عامل کامل کے پاس جانے کی سوچ رہا ہوں۔'' اس نے ہچکچا کر کہا ''کیا تیرا کوئی جاننے والا ہے جو زیادہ...... میرا مطلب ہے اس کا نذرانہ زیادہ نہ ہو۔''

عامل کامل تو بے شمار ہیں لیکن یہ بتا کہ تیرے ساتھ مسئلہ کیا ہے۔ کیا تجھے کسی سے عشق ہو گیا ہے۔ جیسے مجھے سردیوں میں زکام ہو جاتا ہے۔"

"میں ان چکروں میں پڑنے والا شخص نہیں ہوں۔"

میں نے اس سے اتفاق کیا "یہ بہت خرچے والا کام ہے اور تو ایسا کوئی کام نہیں کرتا۔ اچھا پھر کسی دشمن نے تجھ پر کالا جادو کرا دیا ہے یا تو کسی دشمن پر کالا جادو کرانا چاہتا ہے۔"

"ابے نہیں یہ بات بھی نہیں ہے۔"

"جب معقول تیرا کوئی کرائے دار مکان یا فلیٹ خالی کرنے پر تیار نہیں ہو گا۔"

"نہیں یار اب کوئی کرایہ دینے یا فلیٹ خالی کرنے سے انکار نہیں کرتا ہے جب سے میں نے پہلوانی شروع کی ہے۔ دو کو سامان سمیت باہر پھینکا تو باقی خود ہی سدھر گئے۔"

"پھر کیا بات ہے۔" میں نے جھنجلا کر کہا "خدانا خواستہ تو ماں بننے والا ہے۔"

"فضول بات نہ کر ابھی تو میری شادی بھی نہیں ہوئی ہے۔" اس نے برا مان کر کہا اور پھر میری بات پر غور کیا تو زیادہ برا لگا تھا۔ اس کی زبان کے بریک فیل ہو گئے تھے۔ خدا خدا کر کے وہ خاموش ہوا تھا۔

"پھر کیا مسئلہ ہے؟" میں نے اطمینان سے پوچھا۔

اس نے سر کھجایا۔ آسمان کی طرف دیکھا۔ اوپر درخت پر بیٹھے اسی بدبختی کے شکار پرندے نے اس بار بالکل تازہ تازہ ہائی پروڈکٹ سے جمی کے منہ پر گلکاری کی۔ اس پر جمی نے پرندے کی نسل اور اس کے آباؤ اجداد کے بارے میں ایک فکر انگیز مقالہ پیش کیا۔ اگر ڈارون زندہ ہوتا تو اس مقالے کو سن کر اپنے نظریۂ ارتقا میں ترمیم کرنے پر مجبور ہو جاتا۔

"پرندے کی جان چھوڑ۔ اپنے مسئلے پر روشنی ڈال۔"

جمی نے چہرہ صاف کیا "تجھے پتا ہے میری گارڈن کے علاقے میں ایک کوٹھی ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لی "ہر سہ ماہی میں تیرے بارے میں کوئی نہ کوئی انکشاف ہوتا ہے۔ جس تیزی سے تیرے وزن اور پراپرٹی میں اضافہ ہو رہا ہے مجھے ڈر ہے۔"

"کس بات کا ڈر ہے۔"

"یہ کہ اپنی جائیداد نہ ہو جائے۔ سوچ ذرا اس شہر میں کون رہے گا جس کی اکثر پراپرٹی کا مالک تو ہو۔ خیر چھوڑ ممکن ہے وقت آنے سے پہلے اللہ ہم دونوں میں سے ایک کو اٹھا لے۔"

جمی کا رنگ اڑ گیا۔ اسے مرنے سے بہت ڈر لگتا تھا۔

"منحوس آدمی ابھی میرے مرنے کے دن کہاں ہیں۔"

"موت کی عمر رنگ نسل ذات پات کچھ نہیں دیکھتی ہے۔" میں نے فلسفیانہ انداز میں کہا "ہاں شاید موت کا فرشتہ وزن ضرور دیکھے۔ لے کر تو اسے ہی جانا پڑتا ہے نا اور تیرے ساتھ تیرے گناہوں کا بوجھ بھی جائے گا۔"

جمی نے خونی نظروں سے دیکھا "اور تیرے والد صاحب اپنا بوجھ جو یہاں چھوڑ گئے تیری صورت میں۔"

میں نے دانت نکالے۔ "تو تو بالکل اماں کے انداز میں بات کرنے لگا ہے۔ خیر چھوڑ یہ بتا کہ تیرے کو مجھے میرا مطلب ہے کوٹھی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ کیا وہاں پر بھی نہ جانے والے کرائے دار آ گئے ہیں۔"

"نہیں کرائے دار تو کوئی نہیں ہے ابھی۔"

"پھر کیا کرائے دار رکھوانا ہے۔ اس کے لیے تعویذ گنڈے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ابے نہیں۔" جمی نے ایک بار پھر سر کھجایا لیکن اوپر دیکھنے سے گریز کیا "یار وہاں پر بھوت آ گئے ہیں۔"

میرے منہ سے بے ساختہ قہقہہ نکل گیا تھا "بھوت وہ بھی تیری کسی کوٹھی میں...... یہ کون سے بھوت ہیں۔"

"پتا نہیں لیکن ہیں بڑے خطرناک قسم کے بھوت...... پہلے ایک چڑ اسی رہتا تھا کرائے پر ایک بھینس نما بیوی اور بارہ بچوں کے ساتھ۔ اس کے بچے کسی بھوت سے کم نہیں تھے۔ انہوں نے میری کوٹھی کا حشر نشر کر دیا تھا لہٰذا جب بھوتوں نے ان کا حشر نشر کیا تو مجھے بھی خوشی ہوئی تھی۔"

میں سنجیدہ ہو گیا "تو سچ کہہ رہا ہے؟"

"ایک بچے کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور دو چھت سے گر گئے۔ بقول ان کے کسی بھوت نے ان کے ساتھ ایسا کیا تھا چڑ اسی......"

"ایک منٹ تو نے کسی چڑ اسی کو دے رکھی تھی اپنی کوٹھی...... تی سبیل اللہ۔"

اس نے نفی میں سر ہلایا "ابھی میں پاگل نہیں ہوا ہوں میں ہزار کرایہ لیتا ہوں اس کوٹھی کا۔"

"صرف ہزار۔" میں دم بخود رہ گیا "کیا وہ سسٹم کا چڑ اسی ہے۔"

"ایک ایماندار کا۔" جمی بولا "میں نے اسے روکا بھی اچھا کرایہ دار تھا۔ ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو باقاعدگی سے کرایہ دیا کرتا تھا۔ اس کے بعد ایک حوالدار آ گیا کوٹھی میں...... اپنی دو بیویوں اور ان سے مشترک طور پر کوئی ڈیڑھ درجن بچوں کے ساتھ۔ تیسری کا وہ منصوبہ بنا رہا تھا۔"

"پولیس میں نوکری کے بھی تو مزے ہیں۔" میں نے دل کی سرد آہ بھری۔

"ایف آئی اے۔" اس نے تصحیح کی "ایک رات وہ دوسری کے ساتھ تھا کہ نہ جانے کیا دیکھ کر تیسری کی حسرت لیے دنیا سے چل بسا۔ اس کی بیوی بھی بے ہوش ہو گئی۔ تیسرے دن جب اسے ہوش آیا تو اس نے تفصیل سے اس بھوت کا حلیہ نشر کیا جو اس کے شوہر نامدار کے انتقال پر ملال کا سبب بنا تھا۔ دو دو منہ پر گردن دوسری، بھوت شکل صورت میں بالکل ہی گیا گزرا تھا اور دیکھنے میں ایسا لگتا تھا کہ تیرے والد صاحب بھی دیکھ لیں تو چیخیں مارتے ہوئے بھاگ جائیں۔"

"نہیں بھاگیں گے۔" میں نے اسے یقین دلایا "وہ تیرے والد صاحب کے ساتھ خاصا وقت گزار چکے تھے۔"

جمی کھسیا گیا "میرا مطلب ہے بھوت خاصا خوفناک تھا۔"

"اچھا۔" میں تعجب سے بولا "تجھ سے بھی زیادہ......"

"اس کے بعد حوالدار کے وارث بھی بھاگ گئے۔ نہ جاتے تو میں نکال دیتا۔ اب کرایہ کون دیتا۔"

"اس کے بعد تو نے کسے دکھا۔ گلی کے میٹر ریڈر کو جب سے میٹرز آئے ہیں ان لوگوں کا معیار زندگی خاصا اونچا ہو گیا ہے۔ میری خود ہی کی طرح۔"

"بے خودی کہہ لے۔" جمی نے غور سے مجھے دیکھا "آج تو نے غلط سمت سے مانگ نکالی ہے اور جرابیں بھی دو رنگ کی پہن رکھی ہیں۔"

اس بار میں جھینپ گیا "بات دراصل یہ ہے اگر آدمی کو صبح صبح منہ اندھیرے اٹھ کے گھر سے بغیر ناشتے کے نکلنا پڑے تو اس کا ایسا ہی حال ہوتا۔"

"اچھا۔" معصومیت سے بولا "میں سمجھا کہ تو نے شادی کر لی ہے۔"

"اس کے لیے تو ساری تگ و دو کر رہا ہوں۔" میں نے گہری سانس لی "خیر تو داستان بھوت سنا رہا تھا۔"

"تیسرا کرائے دار یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ وہ بھی طبیعات کے شعبے کا۔ اسے مابعد الطبیعات سے قطعی دلچسپی نہیں تھی اس نے بھوت کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے کوٹھی کرائے پر لے لی۔"

"اس کا کیا ہوا؟"

"آج کل وہ سول اسپتال کے شعبۂ نفسیات میں زیر

علاج ہے۔ اس کے خاندان والے میرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ میں نے جان بوجھ کر آسیب زدہ کوٹھی پروفیسر کو دی تھی۔ بڑی مشکل سے جان چھڑائی ہے۔"

میں نے سر ہلایا "یہ تو واقعی کسی عامل کامل بنگالی بابا کا کیس ہے۔ میرا ایک جاننے والا ہے تو...... بابا جادو کے نام سے مشہور ہے۔ ہر جادو کی کاٹ ایسے کرتا ہے جیسے قصائی بکری کاٹتا ہے۔ کوئی بھی جادو ہو کالا پیلا نیلا...... بابا جادو پلک جھپکتے میں اس کا توڑ کر لیتا ہے۔"

"اچھا......" جمی اشتیاق سے بولا "کیا وہ میری کوٹھی کے آسیب کو بھگا دے گا۔"

"کیوں نہیں۔" میں نے یقین سے کہا "مگر اسے منانا پڑے گا۔ مشکل سے ہی کسی کے کام کے لیے تیار ہوتا ہے لیکن جس کے لیے ہو جائے سمجھو اس کا بیڑا غرق...... مطلب ہے پار ہو جاتا ہے...... ہو سکتا ہے نہ صرف بھوت بھاگ جائے بلکہ تیرا کوٹھا...... میرا مطلب ہے کوٹھی دوگنے کرائے پر اٹھ جائے۔"

"سچ سچ......" جمی کی ہنسی مسکرانے کے انداز میں باہر نکل آئی۔

"سچ سچ۔" میں نے اسے یقین دلایا "پر بابا جادو کو تیرے کام کے لیے رضامند کرنا پڑے گا۔"

"یار...... وہ نذرانہ زیادہ تو نہیں لیتا؟" جمی نے مرے ہوئے انداز میں پوچھا "میں زیادہ افورڈ نہیں کر سکتا۔"

"میں نے پر ملامت نظروں سے اسے دیکھا "جمی تیری کوٹھی کتنے مہینے سے خالی ہے۔"

"پورے تین مہینے سے۔" اس نے جگر پاش آہ کے ساتھ کہا "ساٹھ ہزار روپے کا نقصان ہوا ہے۔"

"آئندہ بھی تجھے ہر مہینے اتنا ہی نقصان ہوتا رہے گا۔ اگر تو بابا جادو کو خوش کرنے کے لیے پچاس ساٹھ ہزار روپے خرچ کر بھی دے گا تو پچھلا نقصان بھی پورا ہو سکتا ہے۔"

"پچاس ہزار۔" جمی نے بدحواس ہو کر کہا "ہرگز نہیں...... میں اتنے نہیں دے سکتا۔"

"چل پھر کسی فٹ پاتھی عامل کے پاس چلتے ہیں۔ پرسوں ہی سرکاری مہمان خانے سے واپس آیا ہے۔ ایک پولیس والے کی بیوی کو بھگا لے گیا تھا۔ ابھی بھی فٹ پاتھ پر تشریف کے بل نہیں بیٹھ پا رہا ہے۔"

"یار اس میں کوئی ڈسکاؤنٹ نہیں ہو سکتا۔ تو بابا کو بتا سکتا ہے کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔"

"توبہ...... توبہ بابا سے جھوٹ بول کر میں نے اپنی عاقبت خراب کرنی ہے اور ویسے بھی بابا سے کچھ چھپا نہیں ہے۔ ممکن ہے تیرے ان باتوں کی تفصیل بتا دیں جو تیرے گھر والے بھی نہیں بتا سکتے۔"

"اچھا پہلے تو مجھے بابا سے ملوا۔"

"پہلے بابا سے اجازت لینی پڑے گی۔ تب ہی تو ان سے مل سکے گا۔" میں نے اسے آگاہ کیا "مگر خبردار بابا پر ذرہ سا بھی شک نہ کرنا ورنہ سارا کام الٹ جائے گا۔ مزید بھوت آ جائیں گے تیری کوٹھی میں...... ممکن ہے اور پراپرٹی آسیب زدہ ہو جائے۔ بابا کے حلقۂ احباب میں بھوتوں کی پوری برادری ہے جس سے بابا ناراض ہو جائیں اس کا بیڑا غرق کر دیتی ہے۔"

"جیلی...... خبیث الزماں...... منہ نہ اچھا ہو تو آدمی بات تو اچھی کر لیتا ہے۔" جمی نے جھلا کر کہا۔

"تب ہی تو تو بات بھی کبھی اچھی کر لیتا ہے۔" میں ہنسا "اب جلدی فیصلہ کر لے۔ میں بابا سے بات کروں یا نہیں۔ بعد میں تو نے کوئی کمینہ پن دکھایا تو اپنا بڑا نقصان کر لے گا۔"

"نہیں کروں گا۔" اس نے سعادت مندی سے کہا "بس تو بابا سے کہہ وہ میری کوٹھی اس آسیب سے خالی کرا دیں۔"

"خیال رہے کوٹھی خالی ہونے کے بعد تو وہ حرکت نہیں کرے گا جو میرے ساتھ کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو بابا کوٹھی زیادہ بڑے بھوت کو دے دیں۔"

"کیا میں اسٹامپ پیپر پر لکھ دوں۔" جمی بھنا گیا تو "اب تو دفع ہو جا۔ میں نے لنچ پر جانا ہے۔"

"نوشی میاں کے ہوٹل جا رہا ہے۔ مفت کی بریانی کھانے......" میں نے ہنس کر کہا۔

"تجھے کیسے پتا چلا......" وہ کھسیا گیا تھا۔

☆☆☆

میرا پلان آخری مرحلے میں تھا کہ مجھے راجا نظر آ گیا۔ اسے دیکھتے ہی وہ خیال کسی بجلی کی طرح میرے ذہن میں چمکا تھا۔ بابا جادو کے لیے راجا سے زیادہ موزوں شخصیت کوئی ہو ہی نہیں سکتی تھی۔ مناسب رد و بدل کے بعد وہ مثالی بابا بن سکتا تھا۔ بشرطیکہ دو سانڈھوں سے بچ جاتا جو ٹکریں مار مار کر اسے جان بحق کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ ایک کسی دنبے کی طرح راجا کو سر سے ٹکر مارتا اور جب راجا دوسرے کے پاس پہنچتا تو وہ بھی اس کے ساتھ کچھ ایسا ہی سلوک کرتا تھا۔ راجا ان کے اس حسن سلوک سے اتنا متاثر تھا کہ اس کی قصیدے پڑھتی زبان اس وقت رکی تھی جب وہ ضرب کھا کر چیخ مارتا تھا۔ اس کی دائیں آنکھ سوج کر بند ہو گئی تھی اور پکوڑا ناک پھول کر پکوڑا بن گئی تھی۔ صورت حال سمجھنے کے لیے میں بھی تماشائیوں میں شامل ہو گیا۔ جلد معلوم ہو گیا کہ راجا کی اس درگت کا سبب کیا تھا۔ ایک ٹکرائی نے اچھل کر اسے ٹکر ماری "سالا پاکٹ مار...... ابھی تیرا پھوٹو بگاڑتا اے......"

"تیرا آنے والا نسل بگاڑتا اے۔" دوسرے ٹکرائی نے راجا کو ایک نہایت نامناسب جگہ ٹکر مارنے کی کوشش کی۔

مگر راجا سنبھل گیا تھا۔ اس نے ٹکرائی کے سر پر اس طرح کک ماری جیسے میراڈونا فٹ بال کو مارتا تھا۔ ٹکرائی نے چلا کر راجا کے باپ کو ایک ناقابل بیان لقب سے یاد کیا۔ اسی اثنا میں معمول کے مطابق دوسرا ٹکرائی ٹکر مارنے کی تیاری کر چکا تھا۔ یہ دیکھے بغیر کہ سامنے اس کا ہی ساتھی ہے۔ دونوں سر لڑنے والے دنبوں کی طرح آپس میں ٹکرائے اور ظاہر ہے وہ دنبے نہیں تھے لہذا دونوں ہی نیچے لیٹ گئے۔ ایک ہوش و حواس سے بے گانہ غالباً پرستان کی سیر کو نکل گیا تھا اور دوسرے نے پاس سے گزرتی خاتون سے دن دہاڑے ستارے نظر آنے کی شکایت کی۔

"چل ہٹ موئے مردودے...... میرا میاں تو مجھے چاند کہتا ہے۔ ناچنے والا ستارہ ہو گی تیری ماں......"

راجا نے نہایت پھرتی سے دونوں کو کچھ ٹھوکریں ماریں اور اس سے پہلے کہ ان کے حمایتی میدان میں آتے اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی لیکن جیسا کہ ہمیشہ ہوتا تھا اس بار بھی اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ سامنے سے ایک بے حد موٹا پولیس والا چلا آ رہا تھا۔ مالِ حرام اس کی توند میں یوں بھرا تھا کہ چھلکنے کو تیار تھا۔ راجا سیدھا اس کی توند میں جا گھسا اور پولیس والے نے اسے وہیں دبوچ لیا۔ اس نے راجا کو کتے کی طرح بھنبھوڑتے ہوئے غرا کر کہا۔

"قانون سے ٹکراتا ہے۔"

"اے چھوڑ مجھے۔" راجا کے حواس ابھی تک قابو میں نہیں آئے تھے "ٹھسیلے کی ناجائز اولاد......"

میں نے راجا پر فاتحہ پڑھ لی۔ اس پر "قانون" سے ٹکرانے کا الزام تو لگ ہی چکا تھا۔ اب اس نے قانون کو گالی بھی دے دی تھی۔ اس سنگین جرم کی پاداش میں وہ پولیس تھانے میں جان بحق بھی ہو سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ "قانون" کا ٹھسیلا راجا کو بالکل ہی نچوڑ دیتا اور وہ کل اسپتال کے کسی وارڈ میں لٹکا نظر آتا۔ میں نے "دخل اندازی" کی ایک سو کا نوٹ ہیڈ کانسٹیبل کے ہاتھ میں تھمایا اور اس کے ٹھسے کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے کہا۔

"حوالدار صاحب...... سالا جھلا ہے...... بچپن سے دورے پڑتے ہیں نا۔ اسے معاف کر دے۔"

"ابے...... مجھے ٹھسیلے کی ناجائز اولاد کہہ رہا تھا۔" اس نے غرا کر کہا لیکن سو کا نوٹ غائب کر دیا۔

"بیٹے برا تو ٹھسیلے کو منانا چاہیے۔" میں نے دل میں سوچا اور منہ سے کہا "سرکار معاف کر دیں۔ پاگل ہے نا۔ بس منہ سے نکل جاتا ہے۔" میں نے دوسرا نوٹ دیا جسے اس نے مداری کی طرح غائب کیا اور راجا کو میری ضمانت پر رہا کر دیا "سنبھال کر رکھ اس پاگل کو کسی دن مارا جائے گا۔ اب میرے سامنے نہ آئے۔"

"نہیں آئے گا۔" میں نے اسے یقین دلایا "آپ کے سامنے آنے سے بہتر ہے کسی روڈ رولر کے سامنے آ جائے۔"

اس کے جانے کے بعد راجا نے لہرا کر کہا "اچھا ہوا چلا گیا میرے سامنے سے...... ورنہ مارا جاتا۔"

ظاہر ہے وہ اب بھی ہوش میں نہیں تھا۔ میں اسے کھینچ کر نتو کے ہوٹل تک لایا۔ نتو اس کی حالت دیکھ کر دنگ رہ گیا "اسے کیا ہوا...... کیا آج غلطی سے اس کے باپ نے کپڑوں کے بجائے اسے دھو دیا تھا۔"

"اس کا بس چلے تو راجا کو ایک ہی بار بھٹے چڑھا دے۔" میں نے راجا کو کرسی پر رکھا۔ وہ بلاوجہ مسکرا رہا تھا۔

"پھر کیا یہ گنڈی کے ساتھ سہاگ رات گزار کے آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ نکاح بالجبر کا کیس ہوا ہے۔" مارے تجسس کے نتو پاس چلا آیا۔

"ابے نہیں، اس کی قسمت میں شوہر بننا نہیں لکھا ہے۔ سب تیری طرح خوش قسمت نہیں ہوتے کہ خمیری روٹی اور چپاتی کے بیک وقت مزے اٹھائیں۔"

نتو نے اپنی بیویوں کو خمیری روٹی اور چپاتی قرار دینے پر خاصی غلط نظروں سے مجھے دیکھا اور جھنجلا کر بولا "تیرے حصے میں لگتا ہے باسی ہو جانے والی روٹی آئے گی۔"

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔" میں نے سرد آہ بھری "تو فٹ ایک لیٹر چائے بھجوا دے۔ راجا کی حالت نازک ہے۔"

وہ دنگ رہ گیا تھا "حالت نازک ہے...... اسے کسی اسپتال لے جا۔"

"سرکاری اسپتال میں اسے جو لال مکسچر ملے گا اس سے بہتر ہے یہ تیرے ہاتھ کی بنی چائے پی لے۔ ویسے فکر نہ کر مرے گا نہیں ابھی ٹھیک ہو جائے گا بس ذرا ذہنی صدمہ ہے۔"

"عارضہ جیسی لڑکیوں سے عشق لڑانے والے کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔" نتو جاتے ہوئے بولا "سالا مر گیا تو وہ حرامی

"نادر شاہ مجھے تین سو دو کے کیس میں اندر کر دے گا۔"

تقریباً آدھا لیٹر چائے پیٹ میں ڈالنے کے بعد راجا کے حواس ذرا ٹھکانے آئے اور دنیا اس کی ایک آنکھ کے آگے ذرا روشن ہوئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور انکشاف کیا "یہ کیفے ڈی پھوس ہے توکا۔"

"شکر ہے تو نے پہچان لیا۔" میں نے سکون کا سانس لیا۔

"اس جگہ کو کیسے نہیں پہچانوں گا۔" راجا نے سرد آہ بھری "روزِ قیامت جب سب اٹھ کر میدانِ حشر کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ ہم سیدھے کیفے ڈی پھوس آ گئے ہوں گے اور یہاں سے سیدھے جہنم بھیج دیے جائیں گے۔"

"ظاہر ہے تیرے اعمال ایسے ہیں کہ تفتیش کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔"

"اپنے بارے میں کیا خیال ہے خبیث الزماں۔" راجا نے برا منا کر کہا۔

"میرے لیے اتنا کافی ہوگا۔" میں تیرا دوست ہوں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لی "تو نے پھر بکواس شروع کر دی ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ تجھے گھیر لیتے اور گھیر کر مار مار کر تجھے جواں مرگ کر دیتے۔"

"کیوں کرتے ہیں وہ میں نے کچھ نہیں کیا تھا۔" راجا ڈھٹائی سے بولا۔

"یہ کیا ہے؟" میں نے چرمی پرس اس کے سامنے لہرایا "تیرا باپ بھی ایسا پرس نہیں رکھ سکتا۔"

راجا نے دائیں بائیں دیکھ کر پرس جھپٹ لیا۔ "بس یار وہ ہاتھ میں کھجلی ہو رہی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا کہ صورت سے ابو جہل نظر آنے والے شخص کی جیب میں موبائل بھی ہوگا اور وہ اس وقت بجے گا بھی۔ منحوس نے مجھے رنگے ہاتھوں پکڑوا دیا تھا۔ اس کے بعد وہ سارے پاگل ہو گئے۔ کم بختوں نے سارا ڈھانچا ہلا کر رکھ دیا تھا۔" راجا نے اپنی پسلیاں دبائیں۔

"موبائل کا صورت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ابو جہل۔ آج کل گٹر صاف کرنے والے بھی موبائل لیے گھومتے ہیں۔"

"یار اس دھندے میں بڑی کمائی ہے۔ جب سے شہری حکومت آئی ہے۔ ان لوگوں کی کمائی کا ریٹ یک دم پولیس اور کسٹم کے برابر ہو گیا ہے۔ اب تو سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے۔ میں سوچ رہا ہوں پیشہ بدل لوں۔ مقصد تو صفائی ہے نا۔"

"تیرا باپ تیری طبیعت صاف کر دے گا۔ اگر اسے تیری خیالات کی بھنک بھی پڑ گئی۔" میں نے راجا کو خبردار کیا۔ "وہ چوہدری پشتی دھوبی ہے۔ اپنی ذات تبدیل کرنے کے جرم میں تجھے مار کر لاولد ہونا زیادہ پسند کرے گا۔"

"اس کے لیے ذات کی تبدیلی ضروری نہیں ہے۔ ابا کو ویسے ہی لاولد ہونے کا شوق ہے اس کے سارے منصوبے اسی مقصد کے لیے ہوتے ہیں۔" راجا نے تلخی سے کہا۔

"بیچے گڈی سے تیرا بیاہ۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے اندر تیرا جاں بحق ہو جانا یقینی ہے۔"

اس نے سر ہلایا "اسی لیے میں نے جان پر کھیل کر گڈی سے شادی سے صاف انکار کر دیا ہے۔"

"تیرے انکار کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔" میں نے نفی میں سر ہلایا "ہوگا وہی جو تیرا باپ چاہے گا۔ اس کی بڑی سادہ وجہ ہے۔ جب تک تو اس کا دست نگر رہے گا۔ خود مختار نہیں ہو سکتا۔ راجا جیب میں مال پانی ہو تو عارفہ جیسی دس خود کھنچی چلی آتی ہیں کچے دھاگے سے بندھی۔"

راجا نے ٹھنڈی سانس لی "یار اپنے نصیب میں یہ سب ہی نہیں ہے۔"

"اپنی حرام خوری کا الزام نصیب کو کیوں دیتا ہے۔ اگر تو چاہے تو بہت کچھ کر سکتا ہے۔"

لیٹر چائے پوری کرتے ہی راجا کا ذہن اپنی پوری استعداد سے کام کرنے لگا تھا۔ "جلیل...... میرے ساتھ حرامی پن مت کر کھل کر بتا کہ کیا چاہتا ہے۔ تیرے ذہن میں یقیناً کوئی پلان ہے۔"

"پلان تو ہے۔ لیکن تیرا رضا مند ہونا ضروری ہے اور یہ بھی سوچ لے—کام ذرا مشکل ہے۔"

"راجا اپنے باپ سے بھی نہیں ڈرتا۔" اس نے سینہ پھلا کر دعویٰ کیا اور فوراً ہی غڑاپ سے میز کے نیچے ہو گیا۔

"ابے یہ کیا کر رہا ہے؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"چپ کر میرا باپ ادھر ہی آ رہا ہے۔ میں مل گیا تو باقی کسر یہ پوری کر دے گا۔" راجا دبی آواز میں بولا۔

راجا کے باپ نے آتے ہی دریافت کیا "وہ نطفۂ ناتحقیق کہاں ہے۔ حرامی کو کپڑے لینے بھیجا تھا۔"

"راجا۔" میں نے معصومیت سے کہا "میں نے اسے ایک ہفتے پہلے دیکھا تھا۔"

یہ غلط بھی نہیں تھا۔ میں نے سچ مچ راجا کو ایک ہفتے پہلے دیکھا تھا اس کے بعد کئی بار دیکھا تھا لیکن یہ بات میں نے راجا کے باپ سے نہیں کی۔ اس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا "تو سچ کہہ رہا ہے نا۔"

"راجا کی قسم۔" میں نے اسے یقین دلایا۔

"یہ دوسرا کپ کس کا ہے؟" راجا کا باپ تفتیش پر تل گیا تھا۔

"میرا۔ میں دو کپوں میں چائے پیتا ہوں۔" میں نے متانت سے کہا۔

"میں جا رہا ہوں۔" بادلِ ناخواستہ اس نے اعلان کیا "وہ حامی کہیں نظر آئے تو کہنا گھر آ جائے ورنہ اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔"

"وہ گھر آیا ہی نہیں تو ٹانگیں کیسے توڑو گے اور ویسے بھی مجھے لگ رہا ہے وہ اس دنیا میں نہیں رہا۔ آخری بار نیٹی جیٹی کے پل پر ملا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی کی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے اخبار نہیں پڑھا اس لیے کچھ کہہ نہیں سکتا کہ اس کا ارادہ کیا تھا۔"

"اتنا غیرت مند نہیں ہے۔" راجا کے باپ نے جاتے ہوئے کہا۔

"چلا گیا۔" راجا نے میز کے نیچے سے سر نکالا جیسے چوہا بل سے سر نکالا کرتا ہے کہ بلی ہے یا چلی گئی۔

"باہر نکل آ رستم کی اولاد۔" میں نے ملامت سے کہا "ابھی تو تو کسی سے نہ ڈرنے کا اعلان کر رہا تھا۔"

"یار بات یہ ہے مجھے ابا کا ڈر نہیں ہے۔ اگر وہ مجھے پالیتا تو مجھے کپڑے لینے جانا پڑتا۔" اس نے میز کے نیچے سے نکلتے ہوئے کہا۔ "خیر چھوڑ ابا کو۔ یہ بتا کہ تیرے ذہن میں کیا ہے۔"

"یہ میں تجھے بعد میں بتاؤں گا۔ پہلے یہ بتا کہ تو بھوت پریت سے تو نہیں ڈرتا۔"

"کیا کسی بھوت سے واسطہ پڑنے والا ہے۔" راجا فکر مند ہو گیا۔

"ایسا ہی سمجھ لے۔ تجھے ایک عامل کامل کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ہمیں جمی کی ایک کوٹھی میں بنا کرائے کے رہنے والے بھوت کو نکالنا ہوگا۔"

راجا ہنسا۔ "یہ موٹا ہر بار تیرے ہاتھوں بے وقوف بن جاتا ہے۔"

"اس بار بھی بنے گا۔ پھر ہم اس کا کام بھی تو کریں گے۔"

راجا فکر مند ہو گیا۔ "یعنی سچ مچ کسی بھوت کو بے دخل کرنا ہوگا۔ جلیل سوچ لے۔ کہیں یہ بھوت ہمیں اس دنیا سے بے دخل نہ کر دے۔"

"ہو تو سکتا ہے۔" میں نے کہا "وہ روح بر گردنِ جمی۔ اس بھوت نے تین کرایہ داروں کو بے دخل کیا۔ جمی کی مرضی کے بغیر۔ جمی کا بڑا نقصان ہو رہا ہے۔"

"وہ منحوس شخص ہے ہی اس قابل۔" راجا خوش ہو گیا "اس نے بھی میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔"

"تیرے ساتھ کسی نے اچھا نہیں کیا۔ تو نے خود بھی اچھا نہیں کیا۔"

"سچ کہا تو نے۔" راجا نے آہ بھری۔ "یہ بتا کہ جمی کے مکان کو بھوت سے پاک کرنے کی کوشش میں ہمیں کیا ملے گا۔ وفاتِ حسرت آیات کے علاوہ۔"

"جمی سے کچھ ملنا تو دشوار ہے۔ لیکن نکلوایا جا سکتا ہے۔ دیکھ میرے یار...... سیدھی سی بات ہے جمی کو بے وقوف بنانا ہے کیونکہ بھوت بھگانا نہ تیرے بس کی بات ہے اور نہ میرے بس کی۔ اس سے جو ملے خدا کا شکر ادا کر کے لیں گے اور اسے لے کر خود دو گیارہ ہو جائیں گے۔"

"جمی اپنی رقم واپس نہیں مانگے گا؟" راجا بولا۔

"بابا جادو ہے۔" میں ہنسا "وہ اسے لے گا تو مانگے گا۔"

راجا نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "یہ بابا جادو کون ہے۔ کیا تو نے کوئی مرشد بھی بنایا ہے۔"

"خدا نہ کرے جو میں تجھے مرشد بناؤں۔" میں نے کہا تو راجا کا منہ کھل گیا۔

"تو مجھے...... یعنی بابا جادو میں ہوں گا۔"

"ہاں۔"

"تیرا دماغ خراب ہے۔ شتو نے بالکل چوپٹ کر دیا ہے۔" راجا نے اترا ہونے والے انداز میں کہا۔

"ہاں یہ تو ہے لیکن صرف ایک معاملے میں۔ اس نے سمجھا دیا ہے کہ مجھے دنیا میں کوئی اور لڑکی اچھی نہیں لگتی۔ باقی سارے معاملات میں میری عقل فرسٹ کلاس چلتی ہے۔"

"یہ جو نازو تھی۔ وہ غزل بانو۔ پھر چاند بانو اور ستارہ رانی پر بھی فریفتہ رہا ہے۔" راجا کے لہجے میں حسد تھا۔ "ان میں سے کوئی میرے دل تک رسائی حاصل نہیں کر سکی۔ جہاں شتو پہلے سے موجود ہے اور ہمارا موضوع لڑکیاں نہیں جمی ہے۔"

"کاش کہ لڑکیاں ہوتیں۔" راجا نے دل سوزی سے کہا "جمی کے ذکر سے مجھے ایسا لگتا ہے جیسے کسی بدبودار گٹر کا ذکر کیا جا رہا ہے۔"

"اتفاق سے جمی کے دوستانہ خیالات تیرے بارے میں ایسے ہی ہیں۔"

"یار جلیل...... فرض کر اگر ہم آسیب کو نہ بھگا سکے تو؟"

"خود بھاگ لیں گے۔ شکر ہے اس نے بھاگنے دیا۔"
"ابھی وقت ہے تو سوچ لے۔ اپنا کیا ہے۔ لیکن تجھے میرا یا مدد کر شنو کو لانا ہے۔ ایسا نہ ہو تھوڑی سی رقم کی خاطر شنو سے بھی جائے اور رقم سے بھی۔"
"وہ ... دراصل مجھے اس ٹاپ کی چیزوں پر زیادہ اعتقاد نہیں ہے۔" میں نے ہچکچا کر کہا۔
"حالانکہ ایک بار تو قبرستان میں میرے دھوکے میں خاصی دیر تک کسی بھوت کے ساتھ رہا تھا۔" راجا نے یاد دلایا۔
"وہ دور شادو والے معاملے میں۔"
"ممکن ہے ہماری طرح کوئی اور بھی یہ دھندا کرتا ہو۔ لوگوں کو ڈرانے والا۔"
"ابھی مجھے پہچان جائے گا۔" راجا نے کمزور سی دلیل دی۔
"جب میں تیرا حلیہ بگاڑ دوں گا... میرا مطلب ہے کہ میک اپ کروں گا تو بھی کیا اس کا باپ بھی نہیں پہچان سکے گا۔ بلکہ تیرا باپ بھی نہیں پہچانے گا۔"
"ابا نے تو ویسے ہی آنکھیں بدل لی ہیں۔" یک لخت راجا پر رقت طاری ہو گئی "ایسا سلوک تو سوتیلے باپ بھی نہیں کرتے۔ ابھی کل ہی ابا نے گڈی کو قبول کرنے کے لیے مجھ پر دباؤ ڈالا تھا۔"
"زیادہ ہی ڈال دیا تھا۔" میں نے اس کے ایک طرف جھکے شانے کو دیکھ کر کہا۔
"شکر ہے میرا ہونے والا سسر نہیں تھا۔ ورنہ میرا ایک شانہ غائب ہی ہو جاتا۔ خدا اسے جہنم رسید کرے۔ اس کی بچی سمیت۔"
"آمین۔" میں نے خلوص سے کہا "تو تو میرا ساتھ دینے کے لیے تیار ہے نا؟"
"شکر ہے تجھے واضح طور پر بتا کر اس بار تجھے جس سے کیا لے گا اور اس میں میرا کتنا ہوگا۔ ہمیشہ کی طرح کمینہ پن مت کرنا تو ہمیشہ مجھے تھوڑا حصہ دیتا ہے۔"
"میں تجھے تیری اوقات کے مطابق دیتا ہوں۔ آخر تو نے کرنا ہی کیا ہوتا ہے۔ ایک سگریٹ تیرا شوق ... تو نے شادی بھی نہیں کرنی ہے۔"
"کیوں؟" راجا نے غرا کر کہا "کیا میں مرد نہیں ہوں۔"
"زیادہ سے زیادہ تجھے گڈی مل سکتی ہے۔ اس صورت میں تجھے خرچا کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ تیرا باپ اور تیرا سسرال کرے گا۔ تیرا ... میرا مطلب ہے بارات ... دھو دیں گے۔"

"خبیث الزماں ... منحوس آدمی ... بدفالیں نکالنے والے۔" راجا نے تازہ تازہ بیوہ ہونے والی دلہن کی طرح کھل کھل کر کہنا شروع کر دیا۔ گڈی اس کی دکھتی رگ تھی جسے ذرا سا چھیڑتے ہی وہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ چپ ہوا۔
"اچھا چل اس بار مجھے جو ملے گا اس میں نصف میں تیرے حوالے کروں گا۔"
"اس کے بغیر میں اس آسیب زدہ مکان کے پاس بھی نہیں پھٹکوں گا۔"
"اچانک میری نظر دروازے پر پڑی اور میرے منہ سے نکلا "مارے گئے۔"
وہی دو کھرانی اندر آ رہے تھے۔ اور وہ جس طرح ادھر ادھر دیکھ رہے تھے صاف لگ رہا تھا انہیں راجا کی تلاش تھی۔ راجا نے بھی انہیں دیکھ لیا تھا "ابے یہ سالے دنبے کی اولاد یہاں بھی آ گئے۔"
"راجا بھاگ لے ... اس سے پہلے یہ تجھے چھاپ لیں اور ٹکریں مار مار کر اندر باہر سے تجھے تباہ کر دیں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا "اسی لمحے ایک کھرانی نے راجا کو دیکھ لیا۔ اس نے کسی ہاتھی کی سی چنگھاڑ ماری جیسے شکاری کی گولی کسی غلط جگہ لگ گئی ہو۔ "یہ رہے دونوں حرامی۔ پکڑو انہیں۔"
وہ کم بخت دروازے پر کھڑے تھے۔ فرار کا راستہ مسدود تھا۔ ایک دروازے پر جم گیا اور دوسرا راجا کی طرف لپکا۔ وہ دفاعی حربے کے طور پر اپنی پسندیدہ جگہ یعنی میز کے نیچے روپوش ہو گیا اور میزوں کے نیچے ہی چکرانے لگا۔ کھرانی اسے چھوڑ کر میری طرف لپکا۔ میں پلٹ کر بھاگا۔ شو ہونق سا یہ سب دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے کاؤنٹر کے عقب میں گھس گیا۔ کھرانی پیچھے ہی شو کے ڈیک کے اسپیکروں کے پاس آیا۔ میں نے ہاتھ سے اس کا والیوم فل کر دیا۔ کیسٹ میں چیخ دھاڑ والے پاپ سنگر کی آواز ایک دم سو گنا ہو گئی۔ کھرانی نے بدحواس ہو کر شو کا گلا پکڑ لیا۔ اس نے چلا کر کچھ کہا۔ ظاہر ہے ڈیک کے شور قیامت میں کوئی آواز کہاں سے آتی۔ شو نے چلا کر جتنا اس کے چہرے نصب میں تبدیلی کی تھی۔ میں نے گرم چائے سے بھری کیتلی کھرانی کے سر پر ماری لیکن چائے کے صحت بخش عمل سے شو بھی مستفید ہوا تھا۔ دونوں کی مشترکہ گالیوں کا رخ میری طرف ہو گیا تھا۔ کم سے کم ان کے تاثرات سے ایسا لگ رہا تھا۔ میں نے کاؤنٹر پر سے جست لگائی۔ دوسرا کھرانی کسی مشتعل بھینسے کی طرح میری طرف آ رہا تھا۔ اس کے عزائم اس کی صورت سے عیاں تھے۔ جیسے ہی

نزدیک آیا میں نے تو تجھے چھوٹے سے چائے کی چینک لے کر اس کے کھچے سر پر الٹ دی۔ اس نے بھیانک چیخ ماری۔ گرم گرم چائے نے اس کا دماغ الٹ دیا تھا۔ اس نے شو کے کاؤنٹر کو ٹکر ماری۔ کاؤنٹر لوہے کا تھا۔ اس بار بھی نقصان اسے ہی ہوا تھا۔ اس سے پہلے اس کے حواس قابو آتے میں نے باہر کا رخ کیا اور باہر جا کر مجھے راجا کا خیال آیا۔ وہ اندر ہی تھا۔ مجھے اس کی ضرورت تھی اور پھر کچھ دوستی کا خیال تھا۔ دونوں کھرانی اس سے بدلہ لیے بغیر نہ رہتے اور بعض میں تو ان کا ساتھ دیتا۔ میں پلٹا مگر اندر صورت حال پلٹ چکی تھی ... ٹرک والے فٹ بال میچ کا ایکشن ری پلے کیے ڈی پولس میں دکھایا جا رہا تھا۔ فٹ بال اس بار بھی راجا تھا۔ شو نے ڈیک بند کر دیا تھا لیکن خود چیخ چیخ کر ان دونوں کی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔ بدقسمتی سے کینٹے میں زیادہ تر راجا کے دشمن تھے۔ وہ سب دلچسپی سے اس کی کم بختی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ میرے اندر جانے کا مطلب راجا کی بدقسمتی میں حصے دار بننا تھا اور میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا لہٰذا میں نے راجا کو اس کی تقدیر کے سپرد کیا اور واپس ہو گیا۔

☆☆☆

میں چھت پر جھولے نما پلنگ میں اوندھا لیٹا اپنی تقدیر پر غور کر رہا تھا جو زیادہ مہربان نہیں لگ رہی تھی۔ گزشتہ تین سو پچاس دنوں میں شنو نے کم از کم سو بار مجھے مسکرا کر دیکھا اور مجھ پر لگ بھگ سو بار ہی کا خالص حملے کیے۔ اس کے علاوہ اس عرصہ کم سے کم ایک سو بار میرا اول تو جب میرا اسود روایت جوڑ ... تھا اور وہ اپنی اماں کے جلادے پر پیچھے چلی جاتی تھی۔ گزشتہ ایک سال میں شنو نے سلیقے کوئی ڈیڑھ لاکھ کی سوئی رقم اسے شادی کے تحفے دی تھی جس میں سے خاصی منحوس خوشامدوں کے بعد صرف پندرہ ہزار واپس ملے تھے۔ اس طرح شنو حسن کی بخشش کے معاملے میں کنجوس ثابت ہوئی تھی۔

اماں کا آمرانہ رویہ بھی پہلے سے زیادہ ہو گیا تھا اور ان کے لہجے میں میرے لیے محبت کا تناسب پاکستان کے قرضوں کی طرح کم ہو رہا تھا۔ ممکن ہے ہمارے وزیر خزانہ کی طرح میری بھی غلط فہمی ہو۔ اماں آخر ماں تھیں۔ مگر ان کا ظاہری رویہ کسی بیگار کیمپ کے نگراں کی طرح تھا۔ وہ مجھے اپنے اشاروں پر روبوٹ کی طرح چلانا چاہتی تھیں۔ میں نے انہیں سمجھایا بھی کہ اس کام کے لیے شنو زیادہ مناسب تھی لیکن اماں نے پھر مجھے فی الوقت زن مرید ہونے کے طعنے دیے میں نے ہنستا کر کہا "یہ خوب ہے خود نہیں تو ٹھیک ہے۔ اور شنو کی مانوں تو زن مرید کہلاؤں۔ کیا آپ خاتون نہیں ہیں پھر میں آپ کی کیوں مانوں۔"
اماں نے اگلا ارشاد چمٹے کی مدد سے کیا اور مجھے قائل کر لیا۔ اماں پھر اماں تھیں۔
افراط زر اور مہنگائی کی وجہ سے شنو کا ٹارگٹ بڑھ گیا تھا۔ گزشتہ سال میں مجھے کئی بار موقع ملا کہ میں اس ٹارگٹ کو حاصل کر لوں لیکن ایک بار قسمت نے دھوکا دیا۔ ایک بار غزل بالو نے اور ایک بار ناز نے۔ لگتا تھا کہ میں کنوارا ہی مر جاؤں گا اور جب فراز صاحب سرگزشت کا تیسرا کنوارہ نمبر نکالیں گے تو اس میں اس خاکسار کی کہانی بھی ہوگی۔
ایک سو ایک راتیں میں نے شنو کے انتظار میں چھت پر تارے گنتے گزاریں۔ تارے ہمیشہ ایک جیسے ہوتے تھے۔ اس رات میں جب کہ کراچی میں بھی خاصی سردی پڑ رہی تھی، شنو نے ایک بار پھر مجھے انتظار کی سولی پر لٹکا دیا تھا اور جب میں اٹھ رہا تھا تو دیوار پر اس کا چاند سا چہرہ نمودار ہوا "بجلی ... کیا حال ہے؟"
"کچھ نہیں موسم کا لطف لے رہا تھا گزشتہ دو گھنٹے سے۔" میں نے جتا کر کہا "کہاں تھیں تم؟"
"وہ میں تیرے لیے ایک چیز لائی ہوں۔ بس اسے تیار کرنے میں ذرا دیر ہو گئی تھی۔" شنو نے کہا میں جلدی سے اٹھ گیا۔
"کیا ہے میری پیاری سی شنو۔"
"یہ۔" اس نے شرماتے ہوئے سوئٹر سامنے کر دیا۔
"میں نے خود بنا ہے تیرے لیے اپنے ہاتھ سے۔"
میں نے سوئٹر لے کر شکر گزاری کا اظہار کیا تو خلاف توقع شنو نے برا نہیں مانا۔ وہ شرمائی "بدتمیز۔"
"اپنے خادم کو جو چاہے جس نام سے بھی پکارو۔" میں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"اسے پہنو نا۔ تمہارے ناپ کا ہے۔"
"ہاں گردن کا ناپ تو خوب بنا ہے۔" میں نے سوئٹر پہنتے ہوئے کہا۔
"نئے سال کی خوشی میں بنا ہے۔" شنو نے آگاہ کیا۔
"ارے ... اس پر خیال آیا۔ شنو کیا خیال ہے کل کہیں گھومنے نہ چلیں۔"
"کہاں۔"
"ہاکس بے چلتے ہیں۔ وہاں میرے ایک جاننے والے کا ہٹ بھی ہے۔"
"جی نہیں۔ میں نے کہیں جانا کسی ہٹ وٹ میں۔"

"میں تمہیں کہاں نہیں جاؤں گا۔" میں نے اسے گھورا "حالانکہ ان دنوں تم ترکی ہو رہی ہو۔"

"ترکی، میں ترکی کیسے ہو سکتی ہوں۔" اس نے برا مان کر کہا۔

"ترکی نہیں ٹرکی..... ایک پرندہ ہوتا ہے خاصا بھاری بھرکم سا ہوتا ہے تمہاری طرح۔"

"میں کہاں موٹی ہوں۔"

"ہاں زیادہ تو نہیں ہو۔" میں نے غور سے اسے دیکھا۔ "لیکن پیرو تو ہو۔ مستقبل میں تمہارا حشر مجھے عبرت ناک نظر آ رہا ہے۔ بالکل خرم خالہ لاؤڈ اسپیکر کا دوسرا ایڈیشن ثابت ہوگی۔"

"تم جلتے ہو میری صحت سے۔" مشو نے الزام دیا۔

"جلتا نہیں بابا ڈرتا ہوں۔ بعد میں تم کو مجھے ہی سنبھالنا ہے۔ اگر تمہارے وزن میں اس طرح اضافہ ہوتا رہا تو تم جلد روڈ رولر ہو جاؤ گی۔"

"پھر میں وزن کیسے کم کروں۔" وہ فکرمند ہو گئی تھی "کام تو میں بہت کرتی ہوں۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں میرے ساتھ واک کر تفریح پر چلا کرو۔ تمہاری ایکسر سائز بھی ہو جائے گی۔ ساحل پر ہم ساتھ ساتھ دوڑیں گے۔"

"اور جلد حوالات میں ہوں گے۔" مشو بولی "نا بابا میں گھر میں ہی ٹھیک ہوں۔"

"اچھا ایسا کرو روزانہ دن میں تین بار کھانے کے بعد چھت پر ٹہلا کرو۔ اگر کہیں جی گھبرائے تو مجھے آواز دے دیا کرو۔"

"اور اماں نے دیکھ لیا تو یہ جو تھوڑی دیر کے لیے آ جاتی ہوں اس سے بھی جاؤ گے۔"

"ایک ترکیب اور بھی ہے۔ دن میں ایک وقت کا کھانا مت کھایا کرو۔"

"کھانا کھائے بغیر تو میں رہ ہی نہیں سکتی۔ گھر کے اتنے سارے کام ہیں وہ کون کرے گا۔"

میں نے سرد آہ بھری "تم نے قسم کھا رکھی ہے۔ اپنے وزن میں کوئی کمی نہیں کرو گی۔ جو ہنگامی کی طرح دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ سوچو اس سے مستقبل میں اثرات کتنے برے ہوں گے۔ جتنے میں تمہارے دو سوٹ بنتے ہیں۔ اتنے میں ایک ہی ہوا کرے گا۔ میک اپ اور دوسرے لوازمات بھی اسی حساب سے لگا کرتے ہیں اور بعد میں تو وزن میں کمی بالکل ہی ناممکن ہو جائے گی۔ تم کو پتا ہے مجھے اسمارٹ سی لڑکیاں اچھی لگتی ہیں۔ جیسے نازو تھی یا شادی کے بعد چاند بالو ہے۔ تمہاری کھلی رانو بھی ویسی ہی پھیر رہی ہے۔"

"تم..... تم انہیں غور سے دیکھتے ہو۔" مشو نے آتش زیر پا ہو کر کہا "اتنا ہی شوق ہے تو جاؤ مردان کے پاس۔ میرے پاس کیوں آتے ہو؟"

"وہ نازو تو آخری بار بھاگی تو اب تک واپس نہیں آئی یا تو اس کا پتا کٹ گیا ہوگا یا کہیں جیل میں ہوگی۔ رہی چاند بالو اور رانی تو وہ اپنے شوہروں کو پیاری ہو گئی ہیں۔ بس ایک تم ہی بچی ہو۔"

"میں بھی نہیں ہوں۔" اس نے رکھائی سے کہا اور واپس جانے لگی تو میں نے فریس پاس کرتے ہوئے اسے روک لیا۔

"چھوڑو مجھے..... بدتمیز۔"

"مشو کل کے بارے میں کیا خیال ہے۔" میں نے اس کے کان میں سرگوشی کی اور بولا "ہائے اماں۔" اور پیر پکڑ کر ناچنے لگا مجھے پتا نہیں تھا۔ ظالم مشو نے ہیل والی جوتی پہن رکھی ہے۔ "پاؤں میں سوراخ کر دیا۔"

"تم دن بدن بے ہودہ ہوتے جا رہے ہو۔" مشو برہمی سے بولی "خبردار جو مجھے پھر ہاتھ لگایا۔"

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے۔" میں نے پاؤں کا معائنہ کیا۔ اور تمہارے ساتھ نیا سال منانے سے بہتر ہے میں کسی بھوت کے ساتھ نیا سال مناؤں۔"

"میری بلا سے بھوت کے ساتھ مناؤ یا بھوتوں کے پورے قبیلے کے ساتھ۔" مشو نے جاتے ہوئے کہا تھا "اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مری یا اس کی زبان سے نکلی ہوئی بات درست ثابت ہوگی۔"

☆☆☆

جمی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ بابا جادو کے قدموں میں لوٹنا شروع کر دے۔ یا اپنی کھال کی جوتیاں بنا کر اسے پہنا دے۔ میں جمی کو بابا جادو سے ملانے لے گیا تھا جو ایک برگد تلے بیٹھا تھا۔ اس نے جمی کو دیکھتے ہی گرج کر کہا۔

"یہ کس حبشی کی ناجائز اولاد ہے۔"

"بابا آپ کا ہی بچہ ہے۔" میں نے بابا کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے خوشامدانہ انداز میں کہا۔

"پھر تو اسے کچھ کا بچہ ہونا چاہیے۔" بابا جیسی پاپا نے روانی سے کہا۔ اس کے سیاہ چہرے پر سفید داڑھی اور بکھرے بالوں کے باوجود نحوست برس رہی تھی۔ اسے کل ہی اس جگہ بیٹھ کر دیکھا تھا۔ جب میں رات کو اس کے گھر کے پاس سے اس امید پر گزرا کہ وہاں [illegible] ہوں گی اور لوگ مرحوم

راجا کی تعریفوں میں جھوٹ بول رہے ہوں گے اس لیے کی وہ صفات بیان کی جا رہی ہوں گی جو اس میں سرے سے تھی ہی نہیں اور راجا کا باپ ان کے درمیان میں بیٹھا مگرمچھ کے آنسو بہا رہا ہوگا اور اپنے لاولد مرنے کا واویلا مچا رہا ہوگا مگر وہاں پر صرف ایک سن تھا جو مجھے کا غلط استعمال کر رہا تھا۔ اس نے مجھے قابل توجہ کے قابل نہیں سمجھا۔ اتنی سردی میں کسی الو کے بولنے کا کوئی امکان نہیں تھا لہٰذا میں نے راجا کو تسلی دینے کے لیے کولات ماری۔ اس نے بالکل ویسی آواز نکالی جیسی راجا مجھے بلانے کے لیے نکالا کرتا تھا۔ راجا سے پہلے اس کے باپ نے باہر جھانکا لیکن میں احتیاطاً ایک اوٹ میں ہو چکا تھا۔

"منحوس ہے۔" راجا کے باپ نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا "میں سمجھا وہ مردود آیا ہے۔"

اس کا اشارہ یقیناً میری طرف تھا۔ تھوڑی دیر بعد راجا دبے قدموں باہر آیا۔ اور سرگوشی میں بولا "جلیل..... مردود کہاں ہے تو..... تیری تو..... آہ....." جملہ ادھورا چھوڑ کر آہ بھرنے کی وجہ وہ پتھر تھا جو میں نے اس کے سر پر مارا تھا۔ کسی کونے پا کر راجا کی سٹی گم ہونے لگی تھی۔ "کون..... کون ہے؟"

"جلیل کا بھوت۔" میں نے اس کے عقب سے نکل کر کہا تو وہ اچھل پڑا تھا۔

"جلیل..... خبیث۔" راجا نے سانس واپس آنے کے بعد کنٹری شروع کی تھی۔

"ہائی راجے میں..... ابھی تیرا باپ نکل آیا تو اس کی بھی سننا پڑے گی۔"

"جلیل تو سخت واجب القتل شخص ہے۔" وہ جلا ہوا لگ رہا تھا۔

"تو بے بازی مت کر۔ یہ بتا کہ ان آدم خوروں کی اولاد نے تجھے کیسے چھوڑ دیا۔ میں نے اپنے طور پر تیری فاتحہ پڑھ لی تھی۔"

"ابے میں بھی راجا ہوں۔ کوئی گھسیارا نہیں ہوں۔ دلوں کو دبا کر نکل آیا۔"

بظاہر راجا کے بیان پر شک کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ اس کی صحت اور چال چلن ٹھیک نظر آ رہا تھا۔ لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ راجا نے ان دو سانڈوں کو اکیلے مار گرایا تھا۔ ان میں سے ایک ہی راجا کے لیے کافی سے زیادہ تھا۔ مجھ جیسے آج کل کے دور میں بھی ہوتے ہیں۔ تو کے ہوٹل کا رخ کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس لیے ہم ایک اور کیبنے ذی پھونس میں جا بیٹھے۔ اگرچہ تو کی سی بات نہیں تھی لیکن چائے یہاں کی بھی اچھی ہوتی تھی۔ تو کے ڈیک کے برعکس یہاں چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر گنگنایا کرتا تھا جس کی آواز اس وقت آتی تھی جب کیبنے میں موجود افراد کو کسی وجہ سے سانپ سونگھ جاتا تھا۔ میں نے راجا کو اپنے پلان سے آگاہ کیا۔

"دیکھ یہ ایسا معاملہ ہے کہ جمی دھوکا نہیں دے سکتا۔"

"مجھے جمی پر اعتبار نہیں ہے۔" راجا نے کہا "اور اب تو تجھ پر بھی نہیں ہے۔ تو نے میرے ساتھ پچھلے کافی عرصے سے میرے دوستوں والا سلوک نہیں کیا۔"

"میں نے تیرے ساتھ بھائیوں کا سا سلوک کیا ہے۔" میں نے خلوص سے کہا "اس وجہ سے تجھے یہ غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں تیار ہوں لیکن اب کی بار میرے ساتھ دھوکا ہوا تو....." راجا نے ناقابل اشاعت الفاظ میں بتایا کہ اس صورت میں وہ میرے ساتھ کیا کرے گا۔"

اس رات میں نے راجا کے ساتھ جا کر اس کے گیٹ اپ کا سامان لیا اور اسے وہ جگہ دکھا دی جہاں اسے اپنا اڈا جمانا تھا۔ یہ عارضی اڈا ہوتا کیونکہ مقصد صرف جمی کو بابا جادو سے ملاقات کرانا تھی۔ اگلے روز میں نے صبح صبح راجا کو منہ اندھیرے لے جا کر اسے اڈے پر بٹھایا اس کا گیٹ اپ بھی پہلے ہی کر چکا تھا۔ داڑھی اور بالوں کی وجہ سے اس کے حلیے میں سو فیصد تبدیلی آ گئی تھی۔ رہی سہی کسر ایک مخصوص ربڑ پیڈ نے پوری کر دی جو راجا نے دائیں گال میں رکھا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کا چہرہ ایک طرف سے ابھر گیا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی آواز بھی بدل گئی تھی۔ سچی بات ہے اس حلیے میں راجا معمول سے زیادہ خوب صورت نظر آ رہا تھا۔ اس نے ایک میلا کچیلا کفن نما لباس پہن رکھا تھا۔ جس کے نیچے اس نے پاجامہ اور ٹی شرٹ پہن رکھی تھی۔ میں دوپہر کے قریب جمی کو لے کر اس کے پاس پہنچا تھا۔ جہاں پہلے ہی کچھ عقیدت مند جمع تھے اور راجا سے اپنے "مسائل" حل کرا رہے تھے۔ راجا کے حربے تھے۔ ابھی دو دیہاتی سے فارغ ہوا تھا اور تیری کھا رہا تھا۔ ایک طرف تازہ سیب اور کیلے رکھے تھے۔ یقیناً راجا نے نقد نذرانے بھی وصول کیے ہوں گے۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے گرج کر باقی مریدوں کو دفع ہو جانے کا حکم دیا اور موقع سے فائدہ اٹھا کر جمی کو سنانے لگا۔ اس نے اپنی دانست کے بارے میں راجا کا ریمارکس [illegible] راجا سے کم شیطانی بھی تھا اور [illegible] بھی میرے ساتھ راجا کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اس کے

دبانے لگا۔

"بابا اس بے چارے کو ایک بھوت نے پریشان کر رکھا ہے۔"

"یہ خود بھوت کا بچہ ہے۔" بابا نے ارشاد فرمایا "اسے کہو دفع ہو جائے۔ ہمیں اس کی صورت سے نفرت ہو رہی ہے۔ کہیں ہم اپنے بھوتوں کو طلب نہ کر لیں۔"

"بابا اس پر رحم کریں۔" میں نے گڑگڑا کر کہا "یہ میرا دوست ہے۔"

"یہ کمینے کی اولاد تیرا دوست ہے۔" بابا نے تیوری چڑھا کر جمی کے حسب نسب میں تبدیلی کی۔ "لگتا تو نہیں ہے۔ یہ سوائے اپنے کسی کا دوست نہیں ہو سکتا۔ ہمیں اس کے باطن میں بڑی گندگی صاف نظر آ رہی ہے۔"

"بابا آپ اس کی گندگی کے بجائے اس کی مجبوری کو دیکھیں۔" میں نے بظاہر عاجزی سے اور درحقیقت دانت پیستے ہوئے کہا۔ راجا موقع سے فائدہ اٹھا کر مجھ پر غیر ضروری طور پر رگڑ رہا تھا۔ وہ حد کر بھی سکتا تھا۔

"بعد میں یہ ہمارے ساتھ بھی ہاتھ دکھا سکتا ہے۔ ہمیں اس کا کام نہیں کرنا۔" راجا نے صاف کہہ دیا۔

میرے طوطے اڑ گئے تھے۔ میں نے بہ مشکل راجا کی گردن دبانے کی خواہش پر [illegible] پایا۔ "بابا جی...... میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ بابا آپ کا کام ضرور کریں گے۔"

"اچھا۔" راجا نے بادل ناخواستہ جواب دیا "اگر تو نے وعدہ کر لیا ہے تو اب ہمیں کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ بھوت کے بچے آخر تجھے جنگل کے پیچھے پیشاب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کتے کی طرح کوئی کھمبا استعمال کرتا۔" راجا نے جمی کو مخاطب کر کے اس کی ولدیت میں چوتھی ترمیم کی۔ جمی کے ساتھ میں بھی بھونچکا رہ گیا۔ جمی کا منہ بے ساختہ علی بابا کے غار کی طرح کھل گیا تھا "آپ کو کیسے پتا چلا؟" اس نے ہونق بن کر پوچھا۔

"بچے ہمیں سب پتا ہے تو نے کب کیا کیا اور کب کیا نہیں کیا۔" راجا نے ناقابل بیان الفاظ میں جمی کے چند ایسے افعال کا حوالہ دیا جن سے میں بھی واقف نہیں تھا۔ جمی کا پہلے تو شرمندگی سے اور پھر عقیدت سے برا حال ہو گیا تھا۔ اس نے بابا یعنی راجا کے گندے پیر پکڑ لیے۔ "بس بابا میں اپنا کام کروائے بغیر نہیں جاؤں گا۔"

"تیرا کام تو ہم اچھی طرح کریں گے۔" راجا نے اسے یقین دلایا۔

"بابا اس بھوت سے میرا مکان خالی کرا دیں۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔"

"نا بابا ہمیں کسی کو بے گھر کرنے کا گناہ اپنے سر نہیں لینا ہے۔" راجا نے عیاری سے کہا "ویسے بھی یہ آسان کام نہیں ہے۔ وہ آسیب کوئی معمولی بھوت نہیں ہے۔ اسے تم بھوتوں کا رستم زماں سمجھو۔ کسی معمولی عامل کے بس میں نہیں کہ اس پر ایک نظر بھی ڈال سکے۔"

"اسی لیے تو آپ کے پاس آئے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا "یہ آپ کی ہر خدمت کے لیے تیار ہے۔"

"سوچ لے۔" راجا نے جمی کو حقارت سے دیکھا۔ "ایسا نہ ہو کہ بعد میں تو مکر جائے۔ ہمیں غصہ آ گیا تو تیرا کام خراب بھی ہو سکتا ہے۔ بھوتوں کی تعداد بڑھ بھی سکتی ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اس شہر میں تیری اور پراپرٹی کہاں ہے۔"

"نہیں...... نہیں۔" جمی نے جلدی سے کہا "آپ سے دھوکا کرنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"اچھا ہم کچھ سامان بتا رہے ہیں۔ اسے مکان پر پہنچا دے۔ ہم آج رات ہی چلا کاٹیں گے۔ دو کالے بکرے کم از کم ایک من وزن کے۔ ایک من وزنی چاول اور اتنی ہی صندل کی لکڑی۔ اپنی فیس ہم بعد میں لیں گے۔"

"اپنی فیس بھی لیں گے۔" جمی کی جان نکل گئی تھی۔

"ہاں تو کیا تجھ جیسے حرام خور سے کوئی رعایت کریں گے۔" راجا نے گرج کر کہا "رعایت ہم صرف غریبوں سے کرتے ہیں جن کی آمدنی دس ہزار ماہانہ سے کم ہو۔"

"جی اچھا۔" جمی نے مرے ہوئے انداز میں کہا "لیکن میں یہ سب سامان کہاں سے لاؤں گا۔"

"جہاں سے تیری مرضی ہو۔" راجا نے بے نیازی سے جواب دیا "لیکن یہ سب آج رات بارہ بجے سے پہلے تیری کوٹھی میں پہنچ جانا چاہیے۔ آج کی رات چلے کے لیے موزوں ہے۔ بھوت نیو ائیر نائٹ میں مصروف ہوں گے۔"

"نیو ائیر نائٹ۔" جمی بھونچکا رہ گیا تھا۔

"کیا بھوتوں کا دل نہیں ہوتا۔" راجا نے ناراضی سے کہا "آخر انسان نے ساری عیاشیاں اپنے لیے کیوں مخصوص کر لی ہیں۔"

"جی...... جی آپ نے ٹھیک کہا۔"

"جب بھوت ذرا موج میلے کے بعد مدہوش ہو جائے گا تو میں اسے آسانی سے قابو کر لوں گا۔ آج رات گزر گئی تو پھر کام بڑا مشکل ہو جائے گا۔ خرچا بھی زیادہ ہو جائے گا اور ہاں دس تولے خالص سونے کی ایک اینٹ بھی چاہیے۔"

"دس تولے سونے کی اینٹ۔" جمی کا خون خشک ہو گیا تھا۔

"ہاں سونا خالص ہونا چاہیے ورنہ بھوت قابو میں نہیں آئے گا۔"

"جی لے آؤں گا۔" جمی نے بہ مشکل کہا۔ غالباً اس کا دل دہاڑیں مار مار کر رونے کو چاہ رہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں راجا کو شاباشی دی۔ وہ اپنا کردار بہ خوبی ادا کر رہا تھا۔

"اور بیل کے بچے اگر دل میں ہمارے بارے میں کوئی ایسا ویسا خیال آیا تو کام ہونا تو ایک طرف تیرا باقی بیڑا بھی غرق ہو جائے گا۔" راجا نے ایک بار پھر اس کی ولدیت میں تبدیلی کی۔

"بالکل نہیں...... بابا جی۔" راجا کی بات سن کر جمی گھبرا گیا تھا۔

واپسی پر جمی کے تاثرات سے لگ رہا تھا کہ وہ بابا جادو کے پاس جا کر پچھتا رہا ہے۔ میں نے اسے پکا کرنے کے لیے کئی ایسے عبرت انگیز واقعات سنائے کہ کچھ کمزور عقیدے کے لوگوں نے بابا کی کرامات پر شک کیا تھا۔ نہ صرف ان کی دنیا بلکہ آخرت بھی خراب ہوئی تھی۔ جمی سچ مچ ڈر گیا تھا۔ میں اس کے ساتھ لگا رہا اور قائل ہو گیا کہ دولت میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ شام سے پہلے دو عدد کالے بکرے جو وزن میں کسی گدھے سے کم نہیں تھے ایک من چاول اور ایک من صندل کی لکڑی بھی آ گئی۔ جمی نے صرافہ بازار سے سونے کی اینٹ لی یہ تصدیق شدہ مہر والی اینٹ تھی۔ جس میں خالص سونا ہوتا ہے۔ لاکھ کے قریب خرچا کرتے ہوئے جمی کی حالت خراب ہوئی۔ میں ہر بار اس کی ہمت بندھاتا تھا کہ ایک بار وہ بھوت دفع ہو جائے تو اتنا تو اسے کوٹھی کا ایڈوانس مل جائے گا۔ اپنا نقصان وہ چھ مہینے میں پورا کر لے گا۔

سامان لے کر ہم کوٹھی پہنچے تو اس پر پہلی نظر پڑتے ہی میرا دل چاہا کہ فوراً سے پیشتر اپنا سامان لے کر وہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤں۔ یہ صورت ہی آسیب زدہ نظر آتی تھی۔ اس کی تعمیر سرخ اینٹوں سے کی گئی تھی اور غالباً قیام پاکستان سے بھی پہلے کی تھی۔ رنگ و روغن برسوں پہلے اتر چکا تھا۔ اس کے بعد کسی نے رنگ کرانے کی زحمت نہیں کی تھی۔ سامنے ایک اجڑا سا باغ تھا اس کے ساتھ باغ میں جھاڑ جھنکاڑ میں گرگٹ کی نسل کے جانور دوڑتے پھر رہے تھے۔ زنگ خوردہ لوہے کا پھاٹک خوفناک فلموں کی طرح چرچراہٹ کی بھیانک آواز سے کھلا تھا۔ میں اچھل ہی پڑا تھا۔

"دراصل تین مہینے بعد کھل رہا ہے نا...... اس لیے......" جمی نے معذرت کی۔

"یار یہ تو سچ مچ آسیب زدہ لگ رہی ہے۔" میں نے جمی سے کہا۔

"کیا میں احمق لگ رہا ہوں جو جھوٹ موٹ کے کسی آسیب کو بھگانے کے لیے اتنا خرچ کروں۔" جمی بھنا گیا تھا۔

سوزوکی والا سامان دروازے پر اتار کر رخصت ہو گیا۔ بکرے خاصے صحت مند تھے اور ڈر سے فارغ ہو کر جگالی کر رہے تھے۔ کوٹھی اندر سے تاریک تھی لیکن آدھے چاند کی روشنی کافی تھی۔ باہر اسٹریٹ لائٹس بھی جل رہی تھیں۔ میں بکروں کو کھینچ کر اندر لے گیا۔ لان میں اگے جھاڑ جھنکاڑ کو دیکھ کر ان کی باچھیں کھل گئی تھیں۔ جمی پہلے ایک من چاول اور پھر ایک من صندل کی لکڑی اندر لایا۔ اس نے نہ جانے کہاں جا کر سوئچ آن کیا۔ برآمدے کی روشنی جل اٹھی تھی۔ برآمدے میں ایک نسبتاً تاریک گوشے میں ایک سایا دیکھ کر میری روح فنا ہونے لگی۔ بھوت پہلے سے ہی منتظر تھا۔ اس سے پہلے میں راہ فرار اختیار کرتا۔ سایا میری طرف آنے لگا۔ میری رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی تھی۔ میں نے خود پر لعنت بھیجی۔ لالچ میں مارا جا رہا تھا۔

"ڈرو مت۔" سائے نے دبی آواز میں کہا۔ "یہ میں ہوں۔"

"راجا۔" میں نے گہری سانس لی "مردود ابھی میرا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ شنو ساری عمر تجھے بددعائیں دیتی۔"

"ممکن ہے دعائیں دیتی۔" راجا نے دانت نکالے۔ "بے چاری کب تک انتظار کرے گی۔"

"تجھے کیا۔" میں نے بھنا کر کہا "گڈی بھی قیامت تک تیرا انتظار کر سکتی ہے۔"

"ہاں وہ کر سکتی ہے۔" راجا ہنسا "گڈی اور احمق کہاں ملے گا۔"

"تو کیسے آیا۔"

"جیسے سب آتے ہیں۔" راجا نے فلسفیانہ انداز میں کہا "ماں کے پیٹ سے۔"

"میرا مطلب ہے کوٹھی میں کیسے آیا۔"

"گستاخ...... ہم سے سوال کرتا ہے۔" راجا نے ایک گرج کر کہا "یہ دروازے دیواریں ہمارا راستہ نہیں روک سکتی ہیں۔"

"غلطی ہو گئی بابا۔" میں نے عاجزی سے کہا۔ میں نے اشارہ سمجھ لیا تھا۔ "اس کی سزا بے چارے جمی کو مت دیجیے گا۔"

"بابا آپ۔" جمی آ کر بولا "اندر کیسے آئے؟"

"بس آ گئے۔" راجا نے بے نیازی سے جواب دیا "سارا سامان اندر والے کمرے میں رکھ دے۔ بکرے یہاں برآمدے میں باندھ دے اور سونے کی اینٹ ادھر رکھ دے۔ کسی کاغذ میں لپیٹ کر..... ہم اسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ یہ دوزخ کی آگ ہے۔"

جمی نے بادل ناخواستہ اینٹ نکال کر فرش پر رکھ دی۔ وہ پلاسٹک اور لیدر کے کیس میں تھی۔ "بابا! کیا اینٹ واپس مل جائے گی؟"

"مشکل ہے۔ اصل میں آسیب کو بھگانے کے لیے نذرانے ضروری ہیں۔"

"آسیب کو سونے کی کیا ضرورت ہے؟" جمی نے مشکوک لہجے میں پوچھا۔

"تجھے کیا ضرورت ہے چڑیا گھر سے بھاگے ہوئے گدھے۔" راجا دہاڑا "اگر تجھے ہے تو بھوت اور جنات کو بھی ہوتی ہے۔ جب وہ دن اور زمین پر قابض ہو سکتے ہیں تو زر پر کیوں نہیں۔"

جمی لاجواب ہو گیا تھا "اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"دفع ہو جا اور کل بارہ بجے سے پہلے اس کوٹھی کے پاس نہ پھٹکنا۔ ورنہ مارا جائے گا۔ بہت بری موت۔" راجا نے خوف ناک لہجے میں کہا "تیرا سب ٹھاٹ ادھر ہی رہ جائے گا۔ ساری دولت دنیا میں دھری رہ جائے گی۔"

"میں نہیں آؤں گا۔" جمی جلدی سے بولا۔

"اور اب بارہ بجے سے پہلے نکل جا۔ ٹھیک بارہ بجے ہمیں اپنے کام کا آغاز کرنا ہے۔"

"اور جلیل کیا یہ بھی جائے گا۔"

"ہرگز نہیں۔" راجا نے دہل کر کہا "یہ ہمارے ساتھ رہے گا۔ آسیب کے ساتھ بارہ راؤنڈ کے اس مقابلے میں ہماری مدد کرے گا۔"

"مقابلہ آسیب سے ہے یا باکسر سے۔"

"اسے ٹائٹل فائٹ سے کم نہ سمجھ۔ ہماری تو جان بھی داؤ پر لگی ہے تو نے صرف مال خرچ کیا ہے۔ اب دفع ہو جا۔"

"بابا کیا بکرے اندر لا کر باندھ دوں۔" جمی نے پوچھا

اس پر بابا جادو نے اسے بکروں کے بارے میں ایک ناقابل اشاعت مشورہ دیا کہ اسے کہاں اور کس سے باندھنے چاہئیں۔ جمی کا شلجم جیسا چہرہ چقندر کی طرح ہو گیا تھا۔ وہ فوراً ہی دفع ہو گیا۔ میں نے کھڑکی سے جھانکا۔ جمی سے کوئی بعید نہیں تھا۔ وہ چھپ کر دیکھتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں لیکن جمی کوٹھی کا گیٹ پار کر گیا تھا۔ میں نے جا کر گیٹ اندر سے بند کیا۔ اب کم از کم جمی اندر نہیں آ سکتا تھا۔ اگرچہ دروازہ اور دیواریں صرف چھ فٹ اونچی تھیں مگر جمی کے لیے اپنے پانچ سو پاؤنڈ وزنی جسم کے ساتھ اسے عبور کرنا ناممکن تھا۔ میں واپس آیا تو راجا نے کوٹھی کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ میں نے اسے بجایا۔

"دروازہ کیوں بجا رہا ہے جلیبی کے بچے..... اندر آ جا۔"

"اسے بند کر دیا ہے۔" میں نے بھنا کر کہا "اندر سے کھول۔"

"اندر سے۔" راجا نے حیرت سے کہا "دروازہ کھلا ہے۔"

"بند ہے۔" میں نے دروازے پر لات ماری اور پھر پیر پکڑ لیا۔ یہ منحوس مہاگنی کی لکڑی کا بنا تھا۔

"میں نے بند نہیں کیا۔ کنڈی کھلی ہے۔" راجا نے اصرار کیا۔ میں بھنا گیا۔

"پھر تیرے اس والد ثانی نے بند کیا ہے جسے نکالنے کے لیے تو یہاں آیا ہے۔"

"جلیل مجھے تیری قسم میں نے بند نہیں کیا۔" راجا نے تشویش سے کہا اور دوسری طرف سے دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔

"اسے زور لگا..... پرانا دروازہ ہے۔ بعض اوقات تیرے دماغ کی طرح جام ہو جاتا ہے۔"

"تو زور لگا دے۔ اپنے چالو دماغ سے۔" راجا نے برا مان کر کہا۔

دس پندرہ منٹ تک ہم دروازے کے ساتھ زور آزمائی کرتے رہے اور پھر تھکے ہوئے انداز میں بیل کی طرح ہانپنے لگے۔ راجا اب گھبرایا ہوا تھا۔ "جلیل..... یہ کہاں لا کر پھنسا دیا ہے۔" اس نے روہانسے والے انداز میں کہا۔

"مرتا کیوں ہے۔ ایک دروازہ ہی تو بند ہوا ہے۔ تو کوئی اور دروازہ دیکھ میں بھی دیکھتا ہوں۔"

میں کوٹھی کے دوسری طرف جانے کے لیے برآمدے سے اترا جہاں دونوں بکرے ایک دوسرے سے لگے کھڑے تھے اور اس وقت جگالی بھی نہیں کر رہے تھے۔ رات کے بارہ بج چکے تھے اور چاند کی ہلکی سی روشنی میں کوٹھی بالکل کسی ہارر فلم کا منظر پیش کر رہی تھی۔ ہر طرف ویرانی تھی۔ جھاڑ جھنکاڑ تھا۔ جھینگر کے قبیلے کے حشرات میوزیکل نائٹ کا پروگرام پیش کر رہے تھے۔ ان کی موسیقی کے لیے کسی کا پالتو الو وقفے وقفے سے آواز نکال رہا تھا۔ ممکن ہے یہ کوئی مور ہو۔ خاکسار کو پرندوں میں صرف بھنے ہوئے مرغ سے دلچسپی ہے۔ ماحول بھوت شو کے لیے نہایت موزوں تھا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ ایک بار میرے دل میں آئی کہ فرار ہو جاؤں لیکن راجا کو میں چھوڑ کر کہاں جاتا۔ جس کے پاس پچاس ہزار روپے مالیت کا سونا بھی تھا۔ میں اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ مجھے شبہ تھا کہ راجا کوئی حرامی پن کر رہا تھا اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا اور اب اسے کھولنے کے لیے آمادہ نہیں تھا۔

دوسرا دروازہ مجھے کوٹھی کے عقبی حصے میں ملا۔ میں نے اسے بجایا اور چلا چلا کر راجا کو آواز دی۔ خاصی دیر بعد میری عقل میں آیا کہ اس طرح الو بنا کر... راجا فرار ہو گیا تھا۔ میں سخت اشتعال کے عالم میں واپس آیا تو سب سے پہلے برآمدے میں بندھے بکروں کو غائب پا کر دنگ رہ گیا تھا۔ راجا اتنی جلدی بکرے کیسے غائب کر سکتا تھا اور کوٹھی کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا جو میری اور راجا کی مشترک کشتی کے باوجود نہیں کھلا تھا۔ میں نے اندر جھانکا۔ کمرے میں رکھا ایک من چاول اور ایک من لکڑی سب غائب تھا۔ اتنی جلدی یہ سب کہاں چلا گیا تھا۔ میری عقل خبط ہو رہی تھی۔ کیا بھوت نے اپنی کارروائی شروع کر دی تھی۔ میں نے ڈرتے ڈرتے اندر دیکھا۔ اور راجا کو آواز دی۔ اس کا جواب اندر سے آیا تھا۔ اس نے نہایت غلط انداز میں مجھے یاد کیا تھا۔ "یہ مجھے کہاں لا پھنسایا ہے۔"

"راجا سارا سامان کہاں گیا؟" میں نے چلا کر پوچھا۔

راجا نے ایک بار پھر زبان کا غلط استعمال کرتے ہوئے مجھے بتایا کہ سامان کہاں گیا۔ اس بار مجھے پتا چل گیا۔ وہ کہاں تھا۔ کمرے کے ساتھ ہی باتھ روم تھا۔ راجا وہیں بند تھا۔ میں نے کہا "ابے دروازہ کھول۔"

"میں نے کب بند کیا ہے۔"

"لگتا ہے اس کوٹھی کے سارے دروازے ہی خراب ہیں۔" میں نے دروازے پر زور آزمائی کی۔

"جلیل مجھے تو کچھ اور ہی چکر لگتا ہے۔ پہلے والے لوگ ایسے ہی نہیں بھاگے۔"

"سونے کی اینٹ تیرے پاس ہے نا۔"

"اسے میں نے پیٹ سے لگا کر رکھا ہے تو فکر نہ کر۔" راجا بولا۔

یہ دروازہ بھی کسی اڑیل گدھے کی طرح اپنی جگہ جما ہوا تھا۔ تنگ آ کر میں نے لات ماری اور دروازہ ایک دم کھل کر راجا کے منہ پر لگا۔ اس نے چیخ ماری۔ اس سے پہلے وہ میری شان میں اظہار خیال کرتا۔ میں نے اسے پکڑ کر باہر کھینچ لیا۔

"راجا تو بدمعاشی کر رہا ہے۔ باہر جو تیرے والد صاحب بندھے تھے وہ کہاں غائب ہیں۔"

"مجھے کیا معلوم۔" راجا کی سٹی گم تھی "جلیل یہاں سے بھاگ چل۔ اس سے پہلے کوئی اور آفت آئے لعنت بھیج جمی پر ہماری بلا سے اس کا کرایہ دار کوئی آدمی ہو یا بھوت..... ویسے وہ اسی قابل ہے۔ اس کی ساری پراپرٹی آسیب زدہ ہو جانی چاہیے۔ بکرے کہاں ہیں؟"

"مجھے کیا پتا۔ ابھی میں آیا تو دونوں برآمدے سے غائب تھے۔ سامان بھی غائب ہے۔"

"سامان تو یہ رکھا ہے۔" راجا نے اشارہ کیا۔ میں نے دیکھا اور دنگ رہ گیا۔ چاول کے تھیلے اور لکڑی کے گٹھے اسی جگہ رکھے تھے۔ مجھے نظر نہیں آئے تھے۔ کیا میری آنکھیں خراب ہو گئی ہیں۔ راجا کی رائے میں میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اس نے کھڑکی سے باہر دیکھ کر بکروں کی موجودگی کا اعلان کیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں نے کھڑکی سے جھانکا۔ اور بکروں کو موجود پا کر میری عقل خبط ہونے لگی۔ وہ معمولی جسامت کے پھرتیلے بکرے نہیں تھے گدھے کے سائز کے بکرے تھے۔ پیٹ بھرنے کے بعد ان پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔

"یار میں نے خود دیکھا تھا۔ یہاں کچھ نہیں تھا۔ نہ بکرے اور نہ یہ سامان سب غائب تھا۔"

"تو اب کہاں سے آ گیا۔" راجا نے طنز کیا اور دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ وہ حسب سابق جام نکلا۔ راجا نے جھلا کر اس کی اور اسے بنانے والے کی خاندانی رشتوں میں ردوبدل کیا۔

"یہ بھی کھلا تھا جب میں آیا تھا اور میں نے اسے بند نہیں کیا تھا۔"

"شاید ہوا سے بند ہو گیا۔" راجا نے باہر چلتی سرد ہوا سے ہلتے درختوں کو دیکھا۔

"راجا گدھے ہوا سے دروازہ کو کھلنا چاہیے تھا بند نہیں ہونا چاہیے تھا۔" میں نے اعتراض کیا۔

"پھر دروازہ کس نے بند کیا؟" راجا نے میری طرف دیکھا۔ ہم دونوں کے ذہن میں ایک ہی جواب تھا لیکن کہنے کی ہمت نہیں تھی میں بولا۔

"راجا ہمیں کوٹھی کو اندر سے دیکھنا چاہیے۔"

"ہمیں فوراً سے پیشتر یہاں سے بھاگ جانا چاہیے۔"

"اگر تو اس دروازے کو توڑ سکتا ہے تو شوق سے بھاگ

جا۔'' میں نے طنز کیا۔

''شکر ہے کوٹھی کے اندر روشنی تھی۔ میں کمروں کا معائنہ کر رہا تھا اور راجا میرے پیچھے پیچھے تھا۔ سارے ہی کمرے خالی تھے۔ مگر ایک کمرے میں داخل ہوتے ہی ہم اچھل پڑے کہ اس طرح سجا ہوا تھا جیسے خاص طور سے حجلۂ عروسی بنایا گیا ہو۔ کمرے کے وسط میں ایک چھپر کٹ تھا جس کے چاروں طرف سرخ رنگ کے ریشمی پردے سرسرا رہے تھے۔ زنجیر بے حد اعلیٰ درجے کا تھا۔ ایک طرف میز پر دودھ کے جگ کے ساتھ گلاس رکھے تھے۔ تھال میں سرخ سیب اور انار نظر آ رہے تھے۔ یہ سب کچھ ناقابلِ یقین تھا۔ میں نے راجا کی طرف دیکھا۔

''کیا تجھے بھی وہی سب نظر آ رہا ہے۔ جو مجھے دکھائی دے رہا ہے۔''

راجا دم بخود رہ گیا ''یار یہ کس کی شادی کا سامان ہے۔'' ''کاش آج شفو سے میرا نکاح ہوتا۔'' میں نے حسرت سے کہا ''میں اسے یہیں لے آتا۔''

''ابے اپنا منہ دیکھا ہے۔ اتنی شاندار حجلہ عروسی تیرے نصیب میں کہاں؟'' راجا نے جل کر کہا۔

''نصیب تو تیرا بھی اچھا نہیں ہے۔'' میں نے اطمینان سے کہا ''میرے نصیب میں تم سے کم شفو ہے۔ اور تو جسے اپنا نصیب بنانے کا سوچتا ہے وہ فوراً سے پیشتر کسی دوسرے کا مقدر بن جاتی ہے۔''

راجا نے میری سچ بیانی کا انتہائی برا منایا جتنا سیاست دان ایک دوسرے کے سچ کا مناتے ہیں۔ میں نے اس سجی سجائی خواب گاہ کا بغور مطالعہ کیا۔ ''میرا خیال ہے بھوت نے نئے سال کی خوشی میں ہی بیوی لانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ خواب گاہ اسی کی ہے۔''

''خدا کے لیے۔'' راجا گھگھیایا ''یہ کیسی باتیں منہ سے نکال رہا ہے۔''

''چل اگر یہ سب بھوت نے نہیں کیا ہے تو ہمارے مزے ہو گئے رات سکون سے گزاریں گے اور صبح اپنے گھروں کا رخ کریں گے۔'' میں آرام کرسی پر دراز ہو گیا۔

''راجا نے ڈرتے ڈرتے بستر کو چھوا اور پھر دم سے اس پر بیٹھ گیا ''یار یہ تو بڑا نرم ہے۔ پتا ہے صبح گھر جائیں گے تو تو کسی کو کیا جواب دے گا۔''

''یہی کہ اس کی کوٹھی یقیناً بھوت سے خالی ہو چکی ہے۔''

''اور اگر اگلا کرایہ دار اسپتال یا سرد خانے جا پہنچا تو......''

''تو......'' میں نے شانے ہلائے ''اس صورت میں بھی یہ کہہ سکتے ہیں۔ سابقہ بھوت کا کزن ہے۔ اپنے کزن کا انتقام لینے کے لیے یہاں آ بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے ہم نے ایک بھوت نکالنے کا وعدہ کیا تھا۔''

''تب ٹھیک ہے۔'' راجا نے خوش ہو کر کہا اور اس بار اچھل کر بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ خود میرا بھی تھکن سے برا حال تھا۔ سارا دن جمی کے ساتھ خوار پھرنا پڑا تھا۔ منحوس نے ایک کپ چائے بھی نہیں پلائی تھی۔ میں نے جگ سے منہ لگا کر دودھ پیا جو ٹھنڈا تھا۔ سیب کھائے اور بستر پر آلیٹا۔ یہ سوچنا فضول تھا کہ یہ سب کس نے اور کس کے لیے کیا ہے۔ جو بھی ہوتا سامنے آ ہی جاتا۔ بھوتوں سے ڈرنے کے باوجود مجھے اس بات پر سو فیصد یقین تھا کہ انسان سے بڑا بھوت اور کوئی نہیں ہے۔ باقی سامان کا راجا نے صفایا کیا۔ میں غنودگی محسوس کر رہا تھا اس لیے مسہری کے ایک کونے میں رکھی ہلکی سی ریشمی رضائی اوڑھ لی۔ ذرا سی دیر میں، میں سو گیا تھا مگر زیادہ دیر سونا نصیب نہیں ہوا۔ راجا کی دل دہلا دینے والی چیخ نے مجھے جگا دیا تھا۔

''کیا ہوا؟'' میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ راجا نے تکیہ دبوچ رکھا تھا اور ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کر رہا تھا۔

''اس...... اس...... آئینے میں۔''

''اپنی صورت دیکھ لی کیا۔ منحوس صورت...... ایسی بھیانک چیخ کیوں ماری۔'' میں جھنجلا گیا تھا۔

''وہ یار اس میں ایک عورت تھی۔ دلہن بنی...... لیکن اس کی زبان اتنی لمبی تھی۔''

''جب عورت کہہ دیا تو یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے زبان لمبی تھی۔ ساری عورتوں کی ہوتی ہے۔''

''یار وہ اشارے...... سے مجھے بلا رہی تھی۔'' راجا نے لرزتے ہوئے کہا ''اس نے ہاتھ رضائی میں چھپا لیے تھے۔

''یار بھاگ چل یہ مکان آسیب زدہ ہے۔''

''ابے تو نے کوئی خواب دیکھا ہوگا۔ سو جا اور مجھے بھی سونے دے۔'' میں دوبارہ لیٹ گیا۔

''تو لیٹ میں جا رہا ہوں۔'' راجا نے بستر سے اترتے ہوئے کہا ''میں اس بھوت بنگلے میں نہیں رہ سکتا۔''

''ایک منٹ۔'' میں نے اسے روکا ''وہ سونے کی انگشت ادھر دے دے۔''

میرا خیال تھا کہ راجا انکار کر دے گا لیکن وہ اتنا خوف زدہ تھا کہ اس نے فوراً انگشت میرے حوالے کر دی۔ اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد مجھے بھی ذرا خوف محسوس ہوا تھا۔ میں جل تو جلال تو کا وظیفہ پڑھتے ہوئے بستر پر دراز ہو گیا۔ اچانک ہی سردی سی لگنے لگی تھی حالانکہ ذرا دیر پہلے کمرا خاصا گرم تھا۔ کوئی کھڑکی بھی نہیں کھلی تھی۔ راجا جاتے ہوئے دروازہ بھی بند کر گیا تھا۔ میں نے آئینے کی طرف دیکھا۔ یہ بڑا سا ڈریسنگ ٹیبل کا آئینہ تھا۔ خاصا بڑا سا۔ اس میں باتھ روم کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ معاً دروازہ کھلا اور ایک عورت باتھ روم سے باہر آئی اس نے دلہنوں جیسا سرخ جوڑا پہن رکھا تھا۔ میں نے بے اختیار پلٹ کر دیکھا اور میرے پسینے چھوٹ گئے۔ اس طرف کوئی نہیں تھا۔ میں نے آئینے میں دیکھا۔ عورت نظر آ رہی تھی اور بستر کی طرف آ رہی تھی۔ میں نے پھر دیکھا۔ کمرے میں کوئی نہیں تھا اور آئینے میں وہ بدستور نظر آ رہی تھی۔ میں لرز اٹھا تھا۔ وہ بستر پر آ کر بیٹھی تو میں بے اختیار دور ہو گیا۔ عورت نے پہلی بار سر اٹھایا اور میں اسے دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ بے انتہا حسین اور خواب ناک سا چہرہ تھا۔

''کک...... کون...... ہو؟'' میں نے اس سے ذرا دور ہوتے ہوئے کہا۔

''دلہن ہوں تیری۔'' وہ عجیب سے انداز میں بولی ''بھاگتا کیوں ہے رے۔'' اس نے آئینے میں میری طرف دیکھا۔

''تم صرف آئینے میں کیوں نظر آ رہی ہو؟''

وہ عجیب سے انداز میں ہنسی ''سچ مچ دیکھو گے۔''

میں نے مڑ کر دیکھا۔ وہ بستر کے کنارے بیٹھی تھی۔ اسے دیکھتے ہی میری سٹی گم ہو گئی۔ راجا کے بیان کے مطابق وہ خاصی زبان دراز تھی۔ اس کی زبان کوئی ایک فٹ نیچے تک لٹک رہی تھی۔ میں نے ایک چھلانگ ماری اور دوسری چھلانگ میں دروازے تک تھا۔ عقب سے وہ ہنسی۔ ''تمہارے دروازہ نہیں کھلے گا۔''

میں نے مڑ کر دیکھا ''وہ میری طرف آ رہی تھی۔''

''دور...... دور ہو مجھ سے۔''

''ارے ہم دلہن ہیں تیری...... سہاگ رات نہیں مناؤ گے۔''

''ہرگز نہیں...... میری سہاگ رات صرف ایک کے ساتھ گزرے گی۔'' میں نے کہا مجھے ذرا سا غصہ آ گیا تھا۔

''شفو...... اس میں کیا رکھا ہے۔ مجھے دیکھ......'' اس نے غور کو لایاں کیا۔

''لاحول ولا قوۃ......'' میرے منہ سے بے اختیار نکلا اور وہ غائب ہو گئی'' میں نے مڑ کر دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا۔

کہیں سے راجا کے واویلے کی آواز آ رہی تھی۔ وہ چلا چلا کر کسی بھوت کے بچے سے چھوڑنے کو کہہ رہا تھا۔ جمی کا کہنا درست تھا۔ اس کا یہ مکان آسیب زدہ تھا۔ ہم لالچ میں آ پھنسے تھے۔ ''ہمیں فوراً سے پیشتر یہاں سے نکل جانا چاہیے تھا۔ میں نے چلا کر پوچھا۔

''راجا تو کہاں ہے؟''

''جلیل...... مردود میں یہاں ہوں۔'' راجا چلایا ''مجھے ان سے بچا۔''

راجا کی آواز سے صاف ظاہر تھا کہ اس کے ساتھ کچھ اچھا سلوک نہیں ہو رہا تھا۔ ویسے تو اس کے ساتھ کبھی اچھا نہیں ہوا لیکن اس بار معاملہ ذرا مختلف تھا۔ میں نے سوچا کہ اس چکر میں پڑنے کے بجائے میں یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤں مگر پھر راجا سے دوستی کا خیال آ گیا۔ کیسا ہی سہی وہ میرا دوست تو تھا۔ میں اس کی آواز کے سہارے اس کی طرف جانے لگا۔ آواز کوٹھی کے وسط میں ایک کمرے سے آ رہی تھی۔ اس میں جھانکتے ہی میرے ہوش اڑ گئے۔ راجا ہوا میں معلق بری طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ اس کے حلق سے نکلنے والی چیخوں کے ساتھ ایسی آوازیں بھی آ رہی تھیں جیسے کوئی اسے چھتروں سے مار رہا ہو۔ البتہ مارنے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے پلٹ کر بھاگنے کا ارادہ کیا تھا کہ راجا دھپ سے زمین پر آ گرا اور اٹھ کر میری طرف لپکا...... جلیل بھاگ چل...... سالے بچے بھی مار رہے تھے۔''

''کون بچے تھے۔ مجھے تو کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔''

راجا نے آگے بھاگتے ہوئے کہا ''ابے بھوت کے بچے تجھے نظر کہاں سے آتے۔ تھے بھی بہت سارے...... ایک درجن تو ہوں گے۔ سالوں کے پاس چھتریاں تھیں۔''

''تو تو باہر بھاگا تھا یہاں کہاں آن مرا؟''

''یار اس جگہ سے باہر جانے کا راستہ ہی نہیں مل رہا۔ عجیب جگہ ہے۔''

''مجھے بھی دلہن نظر آئی تھی۔ آئینے سے باہر...... سہاگ رات گزارنے کی دعوت دے رہی تھی۔''

راجا رونے کے انداز میں ہنسا ''ابے گزار لی شفو نہ جانے کب ملے۔''

''تو کیوں نہیں گزار لیتا۔ تجھے تو رنے سے کوئی امید نہیں ہے۔'' میں نے ہنس کر کہا ''اس کمبخت کی تو اچھی ہے۔ زبان تو سمجھ کہ ہے ہی نہیں۔''

''یہ دیکھ یہاں دروازہ تھا اب نہیں ہے۔'' راجا نے اس کمرے کی سپاٹ دیوار دکھائی جس میں چاول اور صندل کی

لکڑی پڑی تھی۔

"کوئی اور در دیکھ۔" میں نے کہا۔

"کوئی نہیں ہے۔" پیچھے سے اس عورت کی آواز آئی۔ میں اور راجا اچھل پڑے تھے۔ اسے دیکھتے ہی راجا گھگھیانے انداز میں مجھ سے چمٹ گیا۔ "جلیل مجھے بچا۔"

"خدا کے لیے ہمیں جانے دو۔" میں نے گڑگڑا کر کہا۔

"ایسے کیسے جانے دوں۔" اس نے لجائی نظروں سے دیکھا "اچھے دولہن بھی تو ملے ہو۔"

"بے شرم — بے حیا۔" اچانک ہی ایک لمبا تڑنگا شخص کمرے میں آ گیا۔ اس نے ہمیں شعلہ بار نظروں سے دیکھا "تم دونوں سے تو میں بعد میں نمٹوں گا۔" وہ عورت کو گھسیٹ کر لے گیا۔ راجا نے اطمینان کا سانس لیا۔

"اس سے تو جان چھوٹی۔" راجا نے اطمینان کی سانس لی "اب بھاگ چل یہاں سے۔"

"کیا دیواروں سے گزر جائیں۔" میں نے طنز کیا۔ شاید یہ بھوت خاندان جمی کی کوٹھی میں ہنگامہ کرانے کے در پے ہے۔

"کوئی اور راستہ تلاش کر۔" راجا نے میرا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔ ساتھ ہی خوف ناک چیخوں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ شاید بھوت بھی اپنا جھگڑا نمٹا رہی تھی۔ ہمارے لیے اچھا موقع تھا مگر ساری کوٹھی میں چکرانے کے باوجود کوئی راستہ نظر نہیں آیا تھا۔ بدبخت بھوتوں نے سارے راستے بند کر دیے تھے۔ اچانک ایک جگہ سے کمرے سے بولنے کی آواز آئی۔ ہم بھاگتے ہوئے اس طرف گئے۔ ایک کمرے میں دو دولہن کمرے بندھے پڑے تھے لیکن اس طرح کہ ان کی گردنیں کٹی تھیں۔ سر ایک کونے میں رکھے تھے اور ان سے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ پہلے راجا بھاگا۔ میں نے سر پر پاؤں رکھ کر اس کی تقلید کی تھی۔

ایک جگہ رکتے ہوئے راجا نے گدھے کی طرح ہانپتے ہوئے کہا "یار ہم کس جگہ آن پھنسے ہیں۔ کل تک ہم خود ان بھوتوں کی برادری میں شامل ہو جائیں گے۔"

"لالچ نے مروا دیا۔"

"لالچ نے نہیں تو نے مروایا۔" راجا نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"چل میں نے سہی ...... لیکن اب اس جگہ سے نکلنے کی ترکیب کر۔"

"اس جگہ سے ہماری روحیں ہی نکل سکتی ہیں۔" راجا نے ٹھنڈی سانس لی "ہم نہیں نکل سکتے۔"

کامیابی

انسپکٹر نے اپنے ماتحتوں سے پوچھا "میں نے تمہیں جس لڑکی کی تلاش پر لگایا تھا، اس کا کچھ پتا چلا یا نہیں؟"

"سر جی ہم پوری کوشش کر رہے ہیں ......" ایک ماتحت نے مستعدی سے جواب دیا "ہم اسے پکڑنے میں تو کامیاب نہیں ہوئے لیکن سر جی ...... اس پر ہماری دہشت اتنی بیٹھ گئی ہے کہ جب ہم گشت پر ہوتے ہیں تو وہ بالکل سامنے نہیں آتا ...... یہ بھی کچھ کم کامیابی نہیں ہے سر جی!"

"ہمت نہ ہار میرے یار۔ وہ انسان کے لیے کہا گیا ہے کہ انسان چاہے تو کیا نہیں کر سکتا۔"

"ہم انسان کہاں ہیں۔" راجا نے مایوسی سے کہا "وہ مجھے اپنا گدھا بنانا چاہتا ہے اور مجھ ایسا ہی سلوک شبو تیرے ساتھ کرنا چاہتی ہے۔"

"اف کس کا ذکر کر دیا۔" مجھ پر رقت طاری ہونے لگی تھی "اب وہ حسینہ نہ جانے کہاں جائے گی۔"

"کسی دوسرے کاٹھ کے الو کے پاس۔" راجا نے ناک صاف کی "جو تجھ سے بہر حال بہتر ہی ہوگا۔"

میں نے راجا کا ہاتھ پکڑا۔ "بس اب نکلنے کی کر میرے یار۔ اس طرح ہمت ہار جانا ہماری مردانگی کے خلاف ہے۔"

ہم ایک بار پھر کٹی پتنگ کی طرح کمروں میں چکر دیتے گئے۔ کم بختوں نے کہیں ایک دروازہ یا کھڑکی نہیں چھوڑی تھی۔ راجا بادل ناخواستہ میرے ساتھ کھنچا چلا آ رہا تھا۔ معاً ہم اس کمرے میں گھسے جس میں حجلۂ عروسی سجا ہوا تھا۔ میں نے راجا سے کہا۔

"لگتا ہے۔ ہم دونوں میں سے کسی کو سہاگ رات گزارنی ہی پڑے گی۔"

"مجھے تو تم اچھے لگتے ہو۔" اس کی آواز پاس سے آئی۔ میں یوں اچھلا جیسے میرے جوتے میں کانٹے نکل آئے ہوں۔ وہ پاس ہی کھڑی مسکرا رہی تھی۔ میں نے راجا کے بجائے اس کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ وہ مجھ سے چمٹ گئی۔

"چھوڑو مجھے۔" میں نے چلا کر کہا "لیکن اس کی گرفت جناتی تھی۔ بے شک اس کا جسم گداز اور خوب صورت تھا لیکن مجھے لگ رہا تھا جیسے مجھ سے کوئی ناگن چمٹ گئی ہو۔ وہ مجھے آرام سے بستر تک لے آئی۔"

"خبردار۔" میں نے چلا کر کہا ...... "تم میری عزت سے نہیں کھیل سکتیں۔"

اس نے جیسے سنا ہی نہیں۔ میں چلا چلا کر اسے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک اس نے مجھے یوں جھنجوڑا جیسے زلزلہ زمین کو ہلا دیتا ہے۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ زلزلہ نہیں جمی مجھے ہلا رہا تھا۔

"جلیل ...... خبیث الزماں۔" اس نے رو دینے والے انداز میں کہا "سامان کہاں ہے۔"

"شکر ہے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیا "یہ سب خواب تھا۔"

"خواب کی اولاد۔ تم دونوں نے مجھے لوٹا ہے۔ بھوت بھگانے کے بجائے آرام سے سو رہے ہو۔"

راجا میرے پاس ہی زمین پر پڑا خواب خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ ہم اس کمرے میں تھے جس میں رات کو چوکی سجائی تھی۔ اب وہاں سوائے در و دیوار کے کچھ نہیں تھا۔ میں نے سر کھجایا۔ "یار یہ کام تو بابا نے کرنا تھا۔ میں مدد کرنے کے بجائے سو گیا تھا۔ بابا نے بھوت کو بھگا دیا ہوگا۔"

"شکر ہے راجا کا گیٹ اپ خراب نہیں ہوا تھا۔" میں نے عقیدت بھرے انداز میں اسے جگایا۔ راجا نہیں جاگا۔ میں نے دوبارہ کوشش کی اور آخر کار اپنی عقیدت بالائے طاق رکھ کر اسے جھنجوڑا۔ جیسے جمی نے مجھے اٹھایا تھا۔ آخر راجا اٹھ گیا۔

"بابا ...... آپ سو گئے تھے۔" میں نے اسے ہوشیار کرنے کے لیے کہا "کیا جن بھاگ گیا۔"

راجا کو ہوش میں آنے میں تھوڑی دیر لگی تھی۔ لیکن اس نے کمال کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "بھوت کا تو ہم نے ایک منٹ میں کام تمام کر دیا تھا۔ پھر باقی رات جاگ کر کیا کرتے۔"

"لیکن سامان کہاں ہے؟" جمی نے رو دینے والے انداز میں پوچھا۔

"بابا سئیں" راجا نے اسے سامان کے ایک ناقابل بیان حصے ... کیا اور گرج کر بولا "سور کے بچے ...... سامان کیا تیری ماں کا جہیز تھا۔ وہ بھینٹ تھا۔ بھوت تیرا باپ تھا جو تجھ کو بے خبر چلا جاتا۔ وہ تو ہماری وجہ سے اتنے پر مان گیا ورنہ تیری ساری دولت لے کر بھی نہ جاتا۔"

میں جمی کو ایک طرف لے گیا۔ "گدھے تیرا کام ہو گیا ہے۔ بابا کو کیوں ناراض کرتا ہے۔"

"بھوت تو بچ بھاگ گیا۔" جمی نے بےچینی سے کہا۔

"بابا نے فی الوقت اسے اس کے گھر والوں سمیت ایک مرغے کے گھر پینگ گیسٹ بنا دیا ہے۔ بابا ناراض ہو گئے تو اس کے ساتھ اور بھی واپس آ جائیں گے۔"

جمی کی جان نکل گئی۔ اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا "پھر میں کیا کروں۔"

"فوراً سے پیشتر بابا کا نذرانہ پیش کر دے۔ کم سے کم پچاس ہزار ...... اس سے کم بابا کے مرید جنوں کو غصہ آ جائے گا۔"

جمی نے ایسے پچاس ہزار گنائے جیسے گن گن کر جان دے رہا ہو۔ راجا نے فوراً پچاس ہزار جھپٹ لیے اور اپنا تھیلا اٹھاتے ہوئے بولا "اچھا ہم تو جاتے ہیں۔ آج دوسرا اپائنٹ منٹ ہے۔"

"بابا ذرا رکیے گا۔ میں آپ کو وہاں بھی چھوڑ دوں گا۔"

میں نے راجا کو آنکھ ماری تو وہ بادل ناخواستہ رک گیا۔ کوٹھی جمی کے حوالے کر کے ہم باہر آئے۔ "یار یہ سامان کہاں گیا ہے۔" راجا نے سوال کیا۔

"شکر ہے تو نے جمی کے سامنے نہیں پوچھا۔ سامان ظاہر ہے بھوتوں نے مار لیا۔"

راجا نے مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا "بھوت ...... کون سے بھوت۔"

"اے رات کو جو ڈراما ہوا تھا۔"

"جب تو اپنے آبا و اجداد کو بیچ کر سو رہا تھا تو سوتے میں تو نے کئی ڈرامے کیے تھے۔ آغا حشر کی طرح ڈائیلاگ بولے تھے اور سکندر اعظم کے گھوڑے کی طرح دولتیاں جھاڑتا رہا تھا۔"

"یعنی وہ سب خواب تھا۔" میں نے سکون کا سانس لیا "پھر سامان کہاں گیا ...... اور ......" میں اچھل پڑا "سونے کی اینٹ۔"

راجا نے جیب پر ہاتھ مارا اور اس کی ہوائیاں اڑ گئیں۔ میری جیب سے سونے کی اینٹ غائب تھی۔ اس نے روہانسے لہجے میں کہا "مردود سب لے گیا۔"

"کون؟" میں نے احمق کی طرح پوچھا "بھوت۔"

"نہیں میرا خیال ہے جمی۔ ہمیں سوتے دیکھ کر اس نے سب صاف کر دیا۔"

"یعنی جو سوتا ہے وہ کھوتا ہے۔" میں نے سرد آہ بھری۔

"خیر پچاس ہزار بھی برے نہیں ہیں۔"

✳